امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ پروفیسر فیضان اللہ فاروقی
■ کلام شمس
■ ملک کی قومی یک جہتی میں امارت شرعیہ......
■ شیر شاہ سوری......
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، ملی سرگرمیاں
■ اکابر کے عرفانی ارشادات

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 33-29 مورخہ ۴؍محرم الحرام ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۴؍اگست ۲۰۲۰ء روز سوموار

تبرکات

ہم زندہ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

مولانا عبدالماجد دریابادی

امام حسین رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اگر آپ زندہ ہوتے اور کربلا کا واقعہ آپ کے سامنے پیش آیا ہوتا تو آپ اس وقت کیا کرتے؟ آیا آپ امامؓ کی فوج میں بھرتی ہوجاتے، حق پرستی کا جھنڈا ہاتھ میں لے لیتے، اپنا نام اللہ کے سپاہیوں میں لکھا لیتے، ظالم حکومت کے مقابلہ میں جان دینے پر آمادہ ہوجاتے، فاسق حکمراں کی اطاعت سے انکار کرکے ہر سزا اور ہر عذاب کے برداشت کرنے پر مستعد ہوجاتے، راہ حق میں شہادت کی طلب اور تڑپ آپ کو بے قرار کردیتی؟ یا اس کے برعکس آپ یہ کرنے لگتے کہ میدان شہادت سے دور اپنے عزیزوں اور ہم وطنوں کے درمیان آرام وعیش سے رہ کر مزید حلوے پکاتے، بانس کی کھپاچوں کو خوشنما اور چمکدار کاغذوں سے آراستہ کرتے، لذیذ سے لذیذ شربت پیتے پلاتے، اپنے اپنے مقام پر میلہ لگاتے، اس میں کھانے پینے کی دکانیں جماتے اور اپنا سارا وقت باجہ بجانے اور سوزخوانی کا کمال دکھانے میں صرف کرتے؟ اگر خدانخواستہ یہ آخری شق آپ امامؓ کے سامنے اختیار کرتے تو اللہ کو حاضر وناظر جان کر خود اپنے ہی دل سے پوچھئے کہ شہیدوں کا وہ سرتاج آپ کی بابت کیا رائے قائم کرتا؟

پھر یہ کیا ہے کہ آج امام حسینؓ کا نام لے لے کر انہی کی محبت کا دعویٰ کر کرکے، یہ سب کچھ اس سے بہت زائد آپ کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے اور آپ کے دل کو ذرا بھی جنبش نہیں ہوتی! کیا اس لیے کہ آج حسینؓ زندہ نہیں ہیں؟ کیا اس لئے کہ آپ کے عقیدہ میں حسینؓ ہر خاکی انسان کی طرح مردہ ہوچکے ہیں؟ کیا آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بڑا اور سچا شہید آج اسی طرح مردہ ومعدوم ہے، جیسے ہر مٹی کا پتلا ہوجایا کرتا ہے؟ اگر آپ کا یہ خیال ہے تو بے شبہ آپ ایک مردہ کی یادگار میں تعزیہ وعلم، براق وتابوت کی مردہ یادگاریں قائم کرنے میں حق بجانب ہوسکتے ہیں، لیکن اگر اس کے برعکس آپ کا ایمان سچی کتاب کے ان سچے وعدوں پر ہے، کہ جو لوگ خدا کی راہ میں اپنی گردنیں کٹا دیتے ہیں، وہ کبھی مردہ نہیں ہوتے، ان پر کبھی موت طاری نہیں ہوتی، وہ زندۂ جاوید ہوجاتے ہیں، وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں، وہ "حی قیوم" کے دامن رحمت میں جگہ پاکر خود بھی حیات ابدی کے حصہ دار ہوجاتے ہیں تو اس عقیدہ کے ساتھ آپ اس بڑے شہید، شہیدوں کے اس امام کو کیونکر مردہ تصور کرسکتے ہیں؟ وہ یقیناً زندہ ہے اور اتنی لطیف وبلند، پاک وپاکیزہ، زندگی کا مالک ہے، جس کا پورا اندازہ بھی ہماری ناقص عقلیں اور ہمارے دماغ نہیں کرسکتے۔

حسینؓ آج بھی زندہ ہیں، حسینؓ کی صدائے حق آج بھی بدستور گونج رہی ہے، حسینؓ آج بھی یزیدی اور طاغوتی قوتوں کے مقابلہ کے لئے آپ کو دعوت دے رہے ہیں، حسینؓ آج بھی میدان شہادت میں پیش قدمی کرنے کے لئے آپ کو طلب کر رہے ہیں، حسینؓ آج بھی فاسق حکومت کے مقابلہ میں اعلان آزادی کے لئے اہل ایمان کی فوجیں بھرتی کر رہے ہیں، حسینؓ کو آپ کے حلوے اور ملیدے، ڈھول اور تاشہ کی قطعاً ضرورت نہیں، یہ سامان اس ذات گرامی، اس ہستی اقدس کے سامنے پیش کرنا، اس ذات مبارک کے ساتھ گستاخی کرنا ہے، حسینؓ کو آج ضرورت ہے آپ کے دل کی، آپ کے ایمان کی، آپ کے تقویٰ کی، آپ کے صبر کی، آپ کے استقامت کی، آپ کی حق پرستی کی، آپ کے جذبۂ آزادی کی، آپ کے عزم وہمت کی، آپ کے ولولۂ باطل شکنی کی، اور آپ کے ذوق شہادت کی۔ ہے کوئی جو اس زندہ حسینؓ کی آواز پر لبیک کہے؟ ہے کوئی جو یزیدی اور طاغوتی طاقتوں سے مقابلہ وجہاد کے لئے زندہ حسینؓ کی فوجوں میں بھرتی ہوکر اپنی ابدی زندگی کا حق پیدا کرے؟

شہید دشت کربلا، حسینؓ بن علیؓ آپ کے عقیدہ میں زندہ ہیں یا مردہ؟ آپ اُن کی حیات کے قائل ہیں، یا وفات کے؟ راہ حق کے شہیدوں کی زندگی تو کوئی اختلافی مسئلہ نہیں۔ اگر آپ مسلمان ہیں تو شہیدوں کو یقیناً زندہ تسلیم کرتے ہوں گے۔ شہید کی زندگی، قرآن مجید وحدیث رسولؐ سے بہ صراحت تمام ثابت ہے، پھر حسینؓ کی زندگی میں آپ کو کیونکر شبہ ہوسکتا ہے؟ حسینؓ کو ایک لمحہ کے لئے بھی مردہ آپ کیونکر باور کرسکتے ہیں؟ وہ شہیدوں کا سردار تھا، وہ اللہ کی راہ میں گردن کٹانے والوں کا سرتاج ہوا ہے۔ پھر وہ تو آج سب زندہ شہیدوں سے بڑھ کر زندگی رکھنے والا ہے، سب زندوں سے بڑھ کر زندہ ہے۔ پھر آج آپ اس کا ماتم مردوں کی طرح کیوں کر رہے ہیں؟ آج اس کا نام لے لے کر زبان نوحہ خوانی میں، اور ہاتھ سینہ کوبی میں کیوں مصروف ہیں؟

اگر آپ حسینؓ کو مردہ سمجھ رہے ہیں، اگر آپ سمجھتے ہیں کہ حسینؓ نے جان کا سودا کرکے بھی دائمی زندگی نہیں پائی تو روئے سخن آپ سے نہیں، لیکن اگر آپ کے ذہن میں "شہادت" کوئی مہمل لفظ نہیں، بلکہ معنی ومفہوم رکھتی ہے، اگر آپ کے عقیدہ میں وہ شہیدوں کا سردار، وہ سچوں کا پیشوا، وہ حق پرستوں کا رہنما، آج زندہ ہے، اور زندہ رہے گا تو خدا کے لئے غور فرمائیے کہ آپ کے لئے یہ شور ماتم، یہ آہ وفغاں کوئی معنی رکھتا ہے؟ یہ ایک زندہ ہستی کے لئے توہین وتمسخر ہے یا اس کے ساتھ کسی محبت وعقیدت کا ثبوت؟ اگر خدانخواستہ آپ کے عقیدہ میں حسینؓ مردہ ہیں تو بے شبہ سوگ منائیے اور شیون کیجئے، لیکن اگر زندہ ہیں، تو للہ یہ سوچئے کہ ان کی اعانت ونصرت، ان کی خدمت وغلامی، ان کی اطاعت وپیروی سے بڑھ کر آپ کے لئے کیا خوش قسمتی ہوسکتی ہے؟ دشت کربلا کا بھوکا اور پیاسا شہید، اپنے حی وقیوم معبود کا زندہ پرستار، آج زندہ اور یقیناً زندہ ہے، پردہ صرف آپ ہی کے کان، آنکھ اور دل پر پڑا ہوا ہے، اپنے کان لگائیے اور ان کی پکار کو سنئے، اپنی آنکھ کھولئے، اور اس کے جمال سے مشرف ہوجائیے اپنے دل کو صاف کیجئے اور اس کے پیام وکلام کو سمجھئے!

حسینؓ کی بے نظیر قربانی کی کیا آپ کے دل میں صرف اسی قدر وقعت ہے، کہ سال بھر میں ایک خاص تاریخ کو، یا سال بھر میں کل دس دن اپنی نکالی ہوئی بعض رسموں کے ساتھ وہ پاک اور پیارا نام اپنی زبانوں پر لے آئیے؟ اگر صرف اسی قدر ہے تو خدا بہتر جانتا ہے کہ آپ نے حسینؓ کے مرتبہ کو نہین پہچانا، آپ نے اس بے نظیر قربانی کی کچھ قدر نہ کی، آپ نے اس مقدس زندگی کا سبق ضائع کیا۔ حسینؓ کی یاد تو اس قابل ہے کہ آپ سال بھر برابر محرم مناتے رہیں، سال کا کوئی مہینہ، مہینہ کا کوئی دن، دن کا کوئی گھنٹہ ایسا نہ گزرنے پائے، جس میں آپ اس سے غافل ہوں! کسی عارف نے کہا ہے۔

جان داد نہ داد دست در دست یزید　　حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

(اپنی جان دیدی لیکن یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دیا، قسم خدا کی کہ لا الہ الا اللہ کی بنیاد حسینؓ ہیں)

آپ کے خیال میں یہ کیا محض شاعری ہے؟ باطل کی حکومت آج پھر قائم ہے، غیر خدائی قوتیں آج پھر ابھری ہوئی ہیں، یزیدی طاقتیں آج پھر عروج پر ہیں، لیکن حسینؓ کا لشکر آج کہاں ہے؟ حسینؓ کی سپاہ آج کدھر ہے؟ اٹھئے اور لشکر حسینؓ کے علم کو سنبھالئے، بڑھئے اور حسینؓ کے پرچم کو بلند کیجئے۔ حسینؓ کو آپ کے دست وبازو، آپ کے خلوص وصدق، آپ کے جوش حق وولولہ عمل کی ضرورت ہے، آپ کے باجہ اور تماشہ کی نہیں۔

"کیا تاریخ اسلام کے لئے اس اہم ترین واقعہ، اور قربانی وایثار، شہادت وجانبازی کے اس نادر نمونہ کی وقعت واہمیت آپ کے دل میں صرف اسی قدر ہے کہ اسلامی سال کے شروع میں گنتی کے چند روز اس کی یادگار میں چند رسمیں منالی جائیں؟ وہ جسد اطہر جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پلا تھا، اور جسے آگے چل چل جوانان جنت کا سردار بننا تھا، اس کے خاک مین تڑپنے اور خون میں لوٹنے کی وقعت کیا آپ کی نظر میں بس یہیں تک ہے، کہ سال بھر میں محض ایک ادائے رسم کے طور پر ایک مرتبہ بغیر اپنے دل ودماغ کو حرکت میں لائے، اس داستان کو سن لیا کریں؟"

آسان لکھیے

"لکھنے لکھانے کا سلسلہ بھی اچھی دیرا اثر اور دوراثر خدمت کا ذریعہ ہے، ان لکھنے والوں کی کتابوں کو ضرور پڑھیے اور بار بار پڑھئے جو آسان لکھتے ہوں اور غور کیجئے کہ وہ باتوں کو کس سادگی اور برجستگی کے ساتھ سادہ زبان میں پیش کرتے ہیں، مشکل الفاظ کا استعمال اور عربی زدہ اردو لکھنا مناسب نہیں ہے۔ یہ نکتہ بھی ذہن میں رکھیے کہ مشکل لکھنا آسان ہے، آسان لکھنا مشکل کام۔"

(مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم؛ حیات ولی۔۶۳)

بلا تبصرہ

"ترقی کے نام پر دنیا کی سب سے بڑی ریلوے کی نجکاری کی جا رہی ہے، ایک طرف ہم خود انحصاری پر زور دے رہے ہیں تو دوسری طرف حکومت خود ہی ریلوے کو دوسروں پر منحصر بنا رہی ہے، پہلے عوام اسی مسئلے پر ووٹ دیا کرتی تھی کہ ریلوے کا کرایہ سستا ہوا یا مہنگا۔ آج بھی تمام خرچوں کے باوجود ہندوستانی ریل منافع میں ہے، پھر اس نجکاری کی آخر کیا ضرورت ہے۔"

(امن جے سوال ۴؍جولائی ۲۰۲۰ء ہندوستان)

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

ہم نشیں کیسا ہو؟

ہائے میری شامت، کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔(سورہ الفرقان ۲۸)

وضاحت:۔اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں ہمدردی وغمگساری اور انسیت ومحبت کا جذبہ بھی رکھا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے کے دکھ درد اور خوشی ومسرت میں شریک ہو، اس سے دکھ میں غم ہلکا ہوتا ہے، اور خوشی میں ہر ایک کے درمیان انبساط کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، لیکن دوستی کے راہ ورسم ایسے شخص سے کرنا چاہئے جو ہم خیال اور ہم مذہب ومشرب ہوتا کہ وہ زندگی کے نشیب وفراز میں شریک سفر رہے، اچھے دوست کے انتخاب سے طور طریقے بھی بہتر ہوتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسا ہم نشیں بہتر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے دیکھنے سے تم کو اللہ کی یاد آئے، جس کے بولنے سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جس کے عمل سے آخرت کی یاد تازہ ہو، اس لئے کسی کو دوست بنانے سے پہلے غور کرلیا جائے کہ کس کو دوست بنا رہے ہیں، دور حاضر کی جو دوستیاں ہوتی ہیں وہ اکثر خودغرضی اور مفاد پرستی کے لئے ہوتی ہیں جو آگے چل کر نقصاندہ ثابت ہوتی ہے، اور پھر شخصیتیں اور کردار دونوں داغدار ہونے لگتی ہے، اسی لئے حدیث پاک میں ایک زریں اصول بیان کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے دوست سے دھیرے دھیرے محبت کرو، یعنی اعتدال سے کرو، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تمہارا وہ دوست کسی دن تمہارا دشمن بن جائے اور مبغوض بن جائے اور جس شخص سے تمہیں دشمنی اور بغض ہے اس کے ساتھ بغض اور دشمنی بھی دھیرے دھیرے کرو، کیا پتہ کہ وہ دشمن کسی دن تمہارا محبوب دوست بن جائے، معلوم ہوا کہ اعتدال سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے، اور دوستی کو اللہ کی محبت کے تابع رہنا چاہئے، بسا اوقات دوستی کے نتیجہ میں معصیت بھی ہوجاتی ہے کہ یہ دوست کی بات ہے اس کا دل ٹوٹے گا، آپ دل کے ٹوٹنے کے نتیجہ میں شریعت کو توڑیں اس کی ہرگز اجازت نہیں ہے، اسلام نے ایسی دوستی سے منع کیا ہے جس سے انسان حد سے گذر جائے۔ مذکورہ آیات کے شان نزول میں بعض سیرت نگاروں نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں دو گہرے دوست تھے، ایک عقبہ بن ابی معیط اور دوسرے امیہ بن خلف، عقبہ کا معمول تھا کہ جب وہ کسی سفر سے گھر واپس ہوتے تو معززین کو مدعو کرتے، ایک دفعہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دعوت دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے ایک شرط رکھی کہ جب تم کلمہ شہادت پڑھو گے تو میں تمہارا کھانا کھاؤں گا، چنانچہ عقبہ نے اپنی ذلت کو بچانے کی خاطر کلمہ پڑھ لیا، یہ بات اس کے دوست امیہ کو ناگوار گذری اور اس نے غصہ میں آکر دوستی ختم کرلی، اب دونوں نے دوستی کی برقراری کے لئے امیہ کے اصرار پر عقبہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے انور کی گستاخی کی اور تھوک دیا (العیاذ باللہ) جس کی سزا یہ ملی کہ دونوں ہی غزوہ بدر میں ذلت کے ساتھ مارا گیا، آیت کا پس منظر جو بھی ہو لیکن اس میں دوست کا نام بتائے بغیر اللہ نے فلاں کا لفظ استعمال کیا جس سے اس کی عمومیت معلوم ہوتی ہے کہ ہر شخص کو دوست بنانے سے پہلے خوب غور وفکر کرلینا چاہئے تاکہ آئندہ شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

انسانی کیفیت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔الایمان بین الخوف والرجاء۔ایمان خوف اور رجا کے درمیان کی کیفیت کا نام ہے۔

مطلب:۔اس حدیث پاک میں محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت مختصر جملوں میں انسانی سرگرمیوں کے محور کو بیان فرمادیا کہ دنیا میں جتنے بھی انقلابات اور تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں وہ انہیں دو کیفیتوں کا شاخسانہ ہوتی ہے، اگر انسان کو دنیا کی ساری آسائشیں میسر ہوں، مال ودولت کی فراوانی اور ریل پیل ہو، جاہ ومنصب اور اقتدار کی اونچی کرسیاں ہوں، آرام دہ سواریاں ہوں، سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس کے دل میں بہت سے خدشات اور اندیشے پرورش پاتے رہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ گردش ایام کے تیز وتند جھونکے ان کی آسائشوں کو خاک آلود بنادے، جب یہ کیفیت حدود سے متجاوز ہوجاتی ہے تو انسان بے جا خوف وہراس میں مبتلا ہوجاتا ہے، اب وہ لرزتا ہے اور پست حوصلگی کا شکار ہوجاتا ہے، جس کو خوف سے تعبیر کیا گیا ہے، انسان کی دوسری حالت آرزو اور تمناؤں کی ہوتی ہے وہ اپنے مقصد کو پانے کے لئے مشکلات راہ کو رکاوٹ نہیں تصور کرتا ہے، ٹھوکریں کھاتا ہے لیکن راہ منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے، اور اپنے نشانے تک پہونچنے کے لئے آخری دم تک جدوجہد کرتا ہے، ایسے ہی لوگوں کی پیشانی پر اقبال مندی عیاں ہوتی ہے، لیکن ہاں حد سے بڑھی ہوئی امید جو حالات سے بے خبری کو جنم دے وہ خودسری کا منبع ہوتی ہے، اور اس کے نتیجہ میں بے راہ روی پیدا ہوتی ہے، لیکن حدیث پاک میں جس خوف کا تذکرہ کیا گیا اس سے خشیت الٰہی مراد ہے کہ انسان ہر وقت اللہ کی گرفت اور آخرت کی جوابدہی کا استحضار کرتا رہے اور اپنے اعمال وکردار کو کتاب وسنت کے آئینہ میں صیقل کرتا رہے اور اللہ سے اس کی رحمتوں اور بخششوں کا امیدوار رہے، گویا ایک طرف آخرت کے انجام سے ڈرتا رہے اور دوسری طرف انعام واکرام کا متمنی رہے، اگر کسی کے دل سے خوف خدا رخصت ہوجائے تو اس کی جگہ بہت سے خوف اور اندیشے جگہ بنالیتے ہیں اور خدائی مدد کی توقع اٹھ جانے سے مادی وسائل ہر درد کا درماں بن جاتے ہیں، آج دنیا میں بیشتر طاغوتی طاقتیں مختلف خطرات کا خوف دلاکر ہمارا استحصال کررہی ہیں اور افسوس یہ ہے ہم ان کے آلہ کار بنتے جارہے ہیں، ظاہر ہے کہ ایک دل میں یا تو خوف خدا ہوگا یا بے جا خطرات، رجا وامید کا ملجا ہوگا یا خودسری کا فتنہ۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

محرم میں شہادت نامہ پڑھنا:

ماہ محرم میں عاشورہ کے موقع پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعلق واقعہ، جو نظم کی شکل میں ہے، جس کو شہادت نامہ کہا جاتا ہے، اسکو پڑھنا کیسا ہے؟ عام طور پر اس می شہادت نامہ میں روایات باطلہ، موضوع اور من گھڑت باتیں ہوتی ہیں۔

الجواب و باللہ التوفیق

مذکورہ شہادت نامہ پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ملاحظہ ہو مولانا احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ:

''شہادت نامے، نظم یا نثر جو آج کل عوام میں رائج ہیں، اکثر روایات باطلہ وبے سروپا سے مملو اور اکاذیب موضوعہ پر مشتمل ہیں، ایسے بیان کا پڑھنا، سننا، وہ شہادت نامہ ہو، خواہ کچھ اور، مجلس میلاد میں ہو، خواہ کہیں اور، مطلقاً حرام و ناجائز ہے۔خصوصاً جب کہ وہ بیان ایسے خرافات کو متضمن ہو، جس سے عوام کے عقائد میں زلل آئے کہ پھر تو اور بھی زیادہ زہر قاتل ہے۔ایسے ہی وجوہ پر نظر فرما کہ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ وغیرہ ائمہ کرام نے حکم فرمایا کہ شہادت نامہ پڑھنا حرام ہے۔۔۔یوں ہی جبکہ اس سے مقصود غم پروری وتصنع حزن ہو تو یہ نیت بھی شرعاً نامحمود ہے، شرع مطہر نے غم میں صبر وتسلیم اور غم موجود کو حتی المقدور دل سے دور کرنے کا حکم دیا ہے، نہ کہ غم معدوم بتکلف و زور لانا، نہ کہ بہ تصنع وزور بنانا، نہ کہ اسے باعث قربت وثواب ٹھہرانا، یہ سب بدعات شنیعۂ روافض ہیں، جن سے سنی کو احتراز لازم ہے۔۔۔عوام مجلس خواں اگرچہ بالفرض صرف روایات صحیحہ بروجہ صحیح پڑھیں بھی تاہم جوان کے حال سے آگاہ ہے، خوب جانتا ہے کہ ذکر شہادت شریف پڑھنے سے ان کا مطلب ہی بتصنع رونا، بہ تکلف رولانا اور اس رونے رولانے سے رنگ جمانا ہے، اس کی شناعت میں کیا شبہ ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ ۹/۶۲ کتاب الحظر والاباحۃ)

قوالی کا شرعی حکم:

بعض جگہوں پر محرم کے موقع پر قوالی ہوتی ہے، جس میں قوال اور قوالہ دونوں کی شرکت ہوتی ہے، ڈھول اور سارنگی کے بیچ دونوں کلام پیش کرتے ہیں، مردوں اور عورتوں کا ہجوم ہوتا ہے، حمد ونعت سے کلام کا آغاز ہوتا ہے اور بے حیائی وبے شرمی کی باتوں پر اس کا اختتام، اس طرح قوالی کرنا اور ایسی مجلسوں میں شریک ہونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب و باللہ التوفیق

مروجہ قوالی خواہ محرم کے موقع پر ہو یا کسی اور موقع پر، بہت ساری بے حیائی، فواحش اور منکرات کا مجموعہ ہے، خاص کر وہ قوالی، جس میں قوال کے ساتھ قوالہ بھی ہو، جو اپنی ٹیم کے ساتھ سج سنور کر رونق اسٹیج ہوتی ہے، اپنی شوخ اداؤں، شیریں اور مترنم آوازوں کے ذریعہ حاضرین وسامعین کو لبھانے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہے، جس کی شروعات تو حمد ونعت سے ہوتی ہے، لیکن اس کے بعد گالیوں کی بوچھار، انتہائی غیر سنجیدہ اور غیر مہذب کلام، رقص وڈانس، بے حیائی وبے شرمی کا مظاہرہ، مزید برآں ڈھول، باجا، سارنگی، بھلا شریعت مطہرہ ایسی واہیات وخرافات کی اجازت کیوں کردے سکتی ہے؟ کتاب وسنت، صحابہ وتابعین، تبع تابعین، سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین سے قوالی، ڈھول، تاشہ اور سارنگی بجانے اور سننے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔اور نہ ہی کسی نے ان امور کو جائز قرار دیا ہے۔

''اما الغناء المعتاد الذی یحرك الساکن و یهیج الکامن الذی فیه وصف محاسن الصبیان و النساء و نحوها من الامور المحرمة فلا یختلف فی تحریمه''(تنقیح الفتاویٰ الحامدیة/۳۹۵، کتاب الحظر والاباحة)

یہ سارے امور بدعت، ناجائز اور حرام ہیں، ایسی مجلسوں میں شرکت کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

''و ما یفعله متصوفة زماننا حرام، لا یجوز القصد و الجلوس الیه ومن قبلم لم یفعله کذٰلك''(الدر المنتقیٰ فی شرح الملتقیٰ المعروف بسکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ۴/۳۱۹)

خصوصاً عورتیں، جن کو نماز جیسی اہم عبادت کے لیے مسجد جیسی مقدس اور پاکیزہ جگہ میں جانے کے بجائے گھر کے گوشے میں عبادت کو افضل ومستحسن قرار دیا گیا، تاکہ کسی طرح کا فتنہ نہ ہو، اور ایسی مجلسیں، جن میں اوباشوں کا مجمع ہوتا ہے، بے حیائی وبے شرمی کا مظاہرہ ہوتا ہے، عزت وآبرو کے سلسلہ میں فتنہ کا قوی اندیشہ رہتا ہے، ان میں شرکت وشمولیت کی اجازت قطعاً نہیں ہوسکتی۔ بریلوی مکتبۂ فکر کے پیشوا مولانا احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ عرس کی ایسی قوالی، جس میں ڈھول اور سارنگی ہو، کے سلسلہ میں ملاحظہ فرمائیں۔''ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہگار ہیں، اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے، اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے، یا اس کے قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علاحدہ، وجہ یہ ہے کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا، یا ان کے لیے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انہیں سنایا، اگر وہ سامان نہ کرتا، یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے۔اس لیے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا، پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا، وہ نہ کرتا، نہ بلاتا تو یہ کیوں کر آتے، بجاتے، لہٰذا قوالوں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جو کسی امر ہدایت کی طرف بلائے، جتنے اس کا اتباع کریں، ان سب کے برابر ثواب پائے اور اس سے ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ آئے۔اور جو کسی امر ضلالت کی طرف بلائے، جتنے اس کے بلانے پر چلیں ان سب کے برابر اس پر گناہ ہو اور اس سے ان کے گناہوں میں کچھ تخفیف نہ ہو۔فقط (رواہ الائمۃ احمد ومسلم والاربعۃ عن ابی ہریرہ، فتاویٰ رضویہ ۹/۱۹۹)

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان
ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف

پھلواری شریف

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 33-29 مورخہ ۴/محرم الحرام ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۴/اگست ۲۰۲۰ء روز سوموار

محرم الحرام؛ اسلامی سال کا پہلا مہینہ

دیکھتے دیکھتے ۱۴۴۱ھ گذر گیا اور ہم لوگ ۱۴۴۲ھ میں داخل ہو گئے، یعنی سال گذر گیا اور نئے سال کے سورج نے ہماری زندگی کے مہ وسال سے ایک سال کم کر دیا، اس کا مطلب ہے کہ ہم موت سے اور قریب ہو گیے، انسان بھی کتنا نادان ہے وہ بڑھتی عمر کا جشن مناتا ہے، مبارکباد پیش کرتا ہے، قبول کرتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ ہماری عمر جس قدر بڑھتی ہے، موت اور قبر کی منزل قریب ہوتی رہتی ہے اور بالآخر وقت موعود آجاتا ہے اور آدمی قبر کی آغوش میں جا سوتا ہے۔ جو لوگ صاحب نظر ہیں اور جن کے ذہن میں فکر آخرت رچی بسی ہوئی ہے، وہ گذرے ہوئے سال سے سبق لیتے ہیں، اعمال کا محاسبہ کرتے ہیں، نئے سال کا استقبال تجدید عہد سے کرتے ہیں کہ آئندہ ہماری زندگی ''رب مانی'' گذرے گی، ''من مانی'' ہم نہیں کریں گے، اس عہد پر قائم رہ کر جو زندگی وہ گذارتے ہیں، وہ رب کی خوشنودی کا سبب بنتا ہے اور اس کے نتیجے میں بندہ جنت کا مستحق ہوتا ہے۔

نئے سال کی آمد پر ہم لوگ نہ محاسبہ کرتے ہیں اور نہ ہی تجدید عہد، بلکہ ہم میں سے بیش تر کو تو یاد بھی نہیں رہتا کہ کب ہم نئے سال میں داخل ہو گیے، عیسوی کلینڈر سب کو یاد ہے، بچے بچے کی زبان پر ہے، انگریزی مہینے فر فر یاد ہیں، چھوٹے چھوٹے بچے سے جب چاہیے سن لیجئے؛ لیکن اسلامی ہجری سال جو اسلام کی شوکت کا مظہر ہے، اس کا نہ سال ہمیں یاد رہتا ہے اور نہ مہینے، عورتوں نے اپنی ضرورتوں کے لئے کچھ یاد رکھا ہے، لیکن اصلی نام انہیں بھی یاد نہیں، بھلا، بڑے پیر، تر تیزی، شب برائت، خالی، عید، بقرعید کے ناموں سے محرم صفر، ربیع الاول، ربیع الآخر، جمادی الاولیٰ، جمادی الآخر، رجب، شعبان، رمضان، شوال ذیقعدہ اور ذی الحجہ جو اسلامی مہینوں کے اصلی نام ہیں ان کو کیا نسبت ہو سکتی ہے، ہماری نئی نسل اور بڑے بوڑھے کو عام طور پر یا تو یہ نام یاد نہیں ہیں اور اگر ہیں بھی تو ترتیب سے نہیں، اس لیے ہمیں اسلامی مہینوں کے نام ترتیب سے خود بھی یاد رکھنا چاہیے اور اپنے بچوں کو بھی یاد کرانا چاہیے، یاد رکھنے کی سب سے بہتر شکل یہ ہے کہ اپنے خطوط اور دوسری تحریروں میں اسلامی کلینڈر کا استعمال کیا جائے۔ پروگرام اور تقریبات کی تاریخوں میں بھی اس کا استعمال کیا جائے، کیونکہ بعض اکابر اسے شعار اسلام قرار دیتے ہیں اور شعار کے تحفظ کے لیے اقدام دوسری عبادتوں کی طرح ایک عبادت ہے۔

ہجری سال کی تعیین سے پہلے، سال کی پہچان کسی بڑے واقعے سے کی جاتی تھی۔ جیسے قبل مسیح، عام الفیل، عام ولادت نبوی وغیرہ، یہ سلسلہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت تک جاری تھا، حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں مجلس شوریٰ میں یہ معاملہ رکھا کہ مسلمانوں کے پاس اپنا ایک کلینڈر ہونا چاہیے۔ چنانچہ مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ اسلامی کلینڈر کا آغاز ہجرت کے واقعہ سے ہو، چنانچہ سال کا شمار اسی سال سے کیا جانے لگا، البتہ ہجرت کا واقعہ ربیع الاول میں پیش آیا تھا، لیکن سال کا آغاز محرم الحرام سے کیا گیا، کیونکہ یہ سال کا پہلا مہینہ زمانہ جاہلیت میں بھی تھا۔ اس طرح اسلامی ہجری سال کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے۔

محرم الحرام ان چار مہینوں میں سے ایک ہے، جس کا زمانہ جاہلیت میں بھی احترام کیا جاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ مہینوں کا شمار اللہ کے نزدیک بارہ ہیں اور یہ اسی دن سے ہیں، جس دن اللہ رب العزت نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، ان میں چار مہینے خاص حرمت کے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار مہینوں کی تفصیل رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم بیان کی ہے، پھر حضرت ابوذر غفاریؓ کی ایک روایت کے مطابق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ تمام مہینوں میں افضل ترین اللہ کا وہ مہینہ ہے جس کو تم محرم کہتے ہو، یہ روایت سنن کبریٰ کی ہے، مسلم شریف میں ایک حدیث مذکور ہے کہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزے ماہ محرم کے ہیں، اس ماہ کی اللہ کی جانب نسبت اور اسے اشہر حرم میں شامل کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس مہینے کی فضیلت شہادت حسین کی وجہ سے نہیں، بلکہ بہت پہلے سے ہے۔

اسی مہینے کی دس تاریخ کو یوم عاشوراء کہا جاتا ہے، رمضان المبارک کے روزے کی فرضیت کے قبل اس دن کا روزہ فرض تھا، بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق قریش بھی زمانۂ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس روزہ کا اہتمام فرماتے تھے، یہودیوں کے یہاں اس دن کی خاص اہمیت ہے، کیوں کہ اسی دن بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ ہجرت کر کے تشریف لے گیے تو یہودیوں کو یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے دیکھا، معلوم ہوا کہ یہودی فرعون سے نجات کی خوشی میں یہ روزہ رکھتے ہیں، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم یہودیوں سے زیادہ اس کے حقدار ہیں کہ روزہ رکھیں، لیکن اس میں یہودیوں کی مشابہت ہے، اس لیے فرمایا کہ تم عاشورا کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو، اس طرح کہ عاشوراء سے پہلے یا بعد ایک روزہ اور رکھو۔ علامہ عینیؒ کے مطابق اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے اور حضرت یوسف علیہ السلام کنویں سے باہر آئے، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی اسی دن واپس ہوئی، حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے، حضرت ایوب علیہ السلام کو مہلک بیماری سے نجات ہوئی، حضرت سلیمان علیہ السلام کو خصوصی حکومت ملی، اور ہمارے آقا مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی دن '' **غفر له ما تقدم من ذنبه** '' کے ذریعہ مغفرت کا پروانہ عطا کیا گیا۔ اس طرح دیکھیں تو یہ سارے واقعات مسرت وخوشی کے ہیں اور اس دن کی عظمت وجلالت کو واضح کرتے ہیں، اس لیے اس مہینے کو منحوس سمجھنا، اور اس ماہ میں شادی بیاہ سے گریز کرنا، ناواقفیت کی دلیل ہے اور حدیث میں ہے کہ بدشگونی کوئی چیز نہیں ہے۔

یقیناً اس دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اہل خاندان کے ساتھ شہادت تاریخ کا بڑا الم ناک، کرب ناک اور افسوس ناک واقعہ ہے، جس نے اسلامی تاریخ پر بڑے اثرات ڈالے ہیں، اس کے باوجود ہم اس دن کو بُرا بھلا نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی ماتم کر سکتے ہیں، اس لیے کہ ہمارا عقیدہ ہے حضرت حسینؓ اور ان کے خانوادے اللہ کی راہ میں شہید ہوئے، حق کی سربلندی کے لیے شہید ہوئے اور قرآن کریم میں صراحت ہے کہ جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے انہیں مردہ مت کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، البتہ تم ان کی زندگی کو سمجھ نہیں سکتے، قرآن انہیں زندہ قرار دیتا ہے، ہمیں تو مُردوں پر بھی ماتم کرنے، گریباں چاک کرنے، سینہ پیٹنے اور زور زور سے آواز لگا کر رونے سے منع کیا گیا ہے، پھر جو زندہ ہیں، ان کے ماتم کی اجازت کس طور دی جا سکتی ہے۔

اس دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد میں تعزیے نکالے جاتے ہیں، تعزیہ نکالنے کی اجازت تو شیعوں کو چھوڑ کر کسی کے یہاں نہیں ہے، پھر جس طرح تعزیہ کے ساتھ نعرے لگائے جاتے ہیں یا علی، یا حسینؓ یہ تو ان حضرات کے نام کی توہین لگتی ہے، حضرت علی کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ اور حضرت حسین کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لگانا عظمت صحابہ کا تقاضہ اور دامادِ رسول اور نواسۂ رسول کے احترام کا ایک طریقہ ہے۔ لیکن جلوس میں اس کی پرواہ کس کو ہوتی ہے، اس طرح ان حضرات کا نام ٹیڑھا میڑھا کر کے اس طرح لیتے ہیں کہ ہمارے باپ کا نام اس طرح بگاڑ کر کوئی لے تو جھگڑا رکھا ہوا ہے، بے غیرتی اور بے حمیتی کی انتہا یہ ہے کہ اسے کار ثواب سمجھا جا رہا ہے، دیکھا یہ گیا ہے کہ اس موقع سے جلوس کے ساتھ بعض جگہوں پر رقاصائیں رقص کرتی ہوئی چلتی ہیں، عیش ونشاط اور بزم طرب ومسرت کے سارے سامان کے ساتھ حضرت حسین کی شہادت کا غم منایا جاتا ہے، اس موقع سے شریعت کے اصول واحکام کی جتنی دھجیاں اڑائی جا سکتی ہیں، اڑائی جاتی ہیں اور ہمیں اس کا ذرا بھی احساس وادراک نہیں ہوتا۔

جلوس کے معاملہ میں ہمیں ایک دوسرے طریقہ سے بھی غور کرنے کی ضرورت ہے، تاریخ کے دریچوں سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت حسین رضی اللہ علیہ کی شہادت کے بعد اس خانوادہ میں بیمار حضرت زین العابدین اور خواتین کے علاوہ کوئی نہیں بچا تھا، یہ ایک لٹا ہوا قافلہ تھا، جس پر یزیدی افواج نے ظلم وستم کے پہاڑ توڑے تھے، ان کے پاس جلوس نکالنے کے لیے کچھ بھی نہیں بچا تھا، تیر، بھالے، نیزے اور علم تو یزیدی افواج کے پاس تھے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر نیزے پر تھا اور یزیدی بزعم خود اپنی فتح وکامرانی کا جلوس لیکر یزید کے دربار کی طرف روانہ ہوئے تھے، ہمارے یہاں جلوس میں جو کروفر اور شان وشوکت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، یہ کس کی نقل کی جا رہی ہے؟ ذرا سوچئے کھلے ذہن سے سوچیے تو معلوم ہوگا کہ ہم کسی اور کی نقل کر رہے ہیں، حسینی قافلہ کی تو اس دن یہ شان تھی ہی نہیں، اس لیے مسلمانوں کو ایسی کسی بھی حرکت سے پرہیز کرنا چاہیے، ایسے جلوس میں نہ خود شامل ہوں اور نہ اپنے بچوں کو اس میں جانے کی اجازت دیں۔ امسال لاک ڈاؤن اور سرکاری پابندیوں کی وجہ سے جلوس نکالنا شاید ممکن بھی نہ ہو، لیکن یہ روک اضطراری ہے، ہمیں اختیاری طور پر ایسے تمام اعمال سے گریز کرنا چاہیے جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں ہیں۔

ملکی وسائل کی نجکاری

بی جے پی سرکار امیروں کے بل بوتے چل رہی ہے، اس نے ملک میں ایسا ماحول بنایا کہ امیر زیادہ امیر ہوتے چلے گیے اور غریبوں کی جیب نوٹ بندی، جی اس ٹی اور مہنگائی کے ذریعہ خالی ہوتی چلی گئی، کانگریسی دور حکومت میں ہندوستان کا جھکاؤ روس کی طرف تھا، اور وہاں کے کمیونسٹ نظام حکومت میں سارے وسائل حکومت کے تھے اور انسان دولت کی پیداوار کا ایک ذریعہ تھا، حکومت اپنی سوچ کے مطابق اخراجات لوگوں کو فراہم کرتی تھی، اس قربت نے ہندوستانی حکومت کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ملکی وسائل کو قومیا لیا جائے، چنانچہ بینک، ریلوے، تعلیمی نظام سب کا سرکاری کرن ہوا، اس سے عام لوگوں کو نوکریاں ملیں، بینکوں پر اعتماد بڑھا، تعلیمی فیس کم ہوئی؛ بلکہ معاف ہوتی چلی گئی، نقصان یہ ہوا کہ خدمت کا معیار گرتا چلا گیا، اس کی وجہ سے سرکاری اداروں پر اعتبار واعتماد میں کمی آئی، لوگوں کی توجہ پوری طرح پرائیوٹ اداروں کی طرف ہو گئی، حالاں کہ نن بینکنگ سسٹم والے مالیاتی اداروں نے دیوالیہ ہو کر صارفین کو بڑا نقصان پہونچایا، پرائیوٹ تعلیمی اداروں میں موٹی فیس کے باوجود معیار کے حصول کے لیے طلبہ کو کوچنگ اور ٹیوشن کا سہارا لینا پڑا، اس کے باوجود سرکاری اداروں پر جو بے اعتمادی قائم ہوئی تھی وہ باقی رہی، ڈاک خانہ کا نظام بھی ٹھپ ہو گیا، کوریر سروسیز کا چلن عام ہو گیا، بی اس ان ال سے لوگوں کا رشتہ ٹوٹا، ایرٹیل، اور جی او نے موبائل کی دنیا پر قبضہ کر لیا۔

اس کے باوجود سرکاری محکمے اپنا کام جاری رکھے ہوئے تھے اور شکایتوں کے باوجود ان کی افادیت باقی تھی؛ لیکن اب ملک پورے طور پر ملکی وسائل کی نج کاری کی طرف بڑھ رہا ہے، سرکار نے ریلوے کو نجی ہاتھوں میں سونپنے کا فیصلہ کر لیا ہے، ایر انڈیا کی بولی لگ رہی ہے، اِل آئی سی بک چکی ہے، ایرپورٹ سرمایہ کاروں کے حوالہ کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اب تیاری تعلیمی نظام کے دھیرے دھیرے نجی ہاتھوں میں سونپنے کی چل رہی ہے، اور شاید مالیاتی نظام بھی انبانی اور اڈانی جیسوں کے ہاتھ میں منتقل ہو جائے، سرکار کی یہ سوچ دراصل روس کے بجائے امریکہ کی طرف جھکاؤ کی وجہ سے بنی ہے، امریکہ میں سرمایہ دارانہ نظام ہے، جس میں پبلک سکٹر کی بڑی اہمیت ہے، سرکار اسی نہج پر ہندوستان کو لے جانا چاہتی ہے، جس کے نتیجے میں خدمات مہنگی ہوتی چلی جائیں گی، ممکن ہے معیار میں کچھ بڑھوتری ہو، لیکن غریبوں کے لیے سفر، علاج اور تعلیم سبھی کچھ اس قدر مہنگا ہو جائے گا کہ ان کی پہونچ وہاں تک نہیں ہو سکے گی، ایسے میں امراء کی چاندی ہوگی اور غرباء بندھوا مزدوروں کی طرح ان امراء کے دست نگر ہوں گے، جب سارا کچھ ان کے ہاتھ چلا جائے گا تو حکومت بھی انہیں کے اشاروں سے بنے گی اور ٹوٹے گی، ووٹوں کی خرید وفروخت اب بھی ہوتی ہے، لیکن سرمایہ دارانہ نظام میں اس کی مارکیٹنگ پورے طور پر بڑھ جائے گی، سوچیے کہ ہندوستان کس طرف جا رہا ہے۔

یادوں کے چراغ : مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

پروفیسر فیضان اللہ فاروقی: ہم تجھے بھلا نہ پائیں گے

جواہر لال نہرو یونیورسٹی دہلی شعبہ عربی کے پروفیسر، سفل (SEFL) حیدرآباد، بڑودہ یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ میں شعبۂ عربی کے سابق ریڈر، درجنوں تعلیمی ادارے واکادمی کے رکن، عربی وفارسی زبان وادب کی تاریخ جلد دوم سوم کے مرتب، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (۲۵ جلد)، اردو زبان کی انسائیکلوپیڈیا، قدیم تامل ناڈو کی چارسو سالہ تاریخ ادب عربی و فارسی، انیسویں صدی میں عربی ومطالعات اسلامی کا مرکز لکھنؤ کے مرتب اور شریکِ ترتیب، اردو، فارسی، عربی، انگریزی، ہندی زبانوں کے ماہر اور فن کے رمز شناس اور محقق ڈاکٹر پروفیسر مولانا فیضان اللہ فاروقی حال مقام ۱۸۸/ ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر نئی دہلی۔ ۲۵ کا ۲۲/ جولائی ۲۰۲۰ء کو رات کے دو بجے دہلی کے اسکارٹ اسپتال میں انتقال ہوگیا، وہ وبائی مرض میں مبتلا ہوگئے تھے اور ایک ہفتہ سے ہاسپٹل میں داخل تھے؛ لیکن وقت موعود آ گیا تھا، اس لئے چل بسے، جنازہ کی نماز اسی دن بعد نماز ظہر ان کے چھوٹے صاحب زادہ ابوطلحہ فاروقی عرف ثانی نے پڑھائی، اور آئی ٹی او کے قریب والے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، کورونا سے مرنے والوں کے لیے ڈبلو اچ او کے ضابطہ کی وجہ سے تجہیز وتکفین میں محدود لوگوں کی شرکت ہوسکی اور بہت سارے لوگ عدم شرکت کی وجہ سے دل مسوس کر رہ گئے، پس ماندگان میں اہلیہ اور دولڑکے عرفان اللہ فاروقی، ابوطلحہ فاروقی اور ایک لڑکی آمنہ فاروقی کو چھوڑا، دونوں لڑکے الگ الگ یونیورسٹیوں میں لکچرر ہیں اور لڑکی ابھی زیر تعلیم ہے۔

پروفیسر فیضان اللہ فاروقی بن جناب سبحان اللہ مرحوم کی ولادت ۵/جولائی ۱۹۵۲ء کو ضلع اعظم گڑھ (موجودہ ضلع مئو) کی ایک بستی کوریا پار میں ہوئی، ان کا نانی ہال اسی ضلع میں واقع سنبھی گاؤں میں تھا، ان کے ماموں جناب حفیظ الرحمٰن ایمن کان پور میں سرکاری ملازمت میں تھے، لیکن اسلامی افتادطبع اور بچوں کو دینی ماحول دینے کی وجہ سے سرکاری ملازمت چھوڑ کر دارالعلوم مئو ناتھ بھنجن میں دفتری امور کے ذمہ دار ہو گئے تھے اور کچھ اسباق بھی منتہی درجات میں پڑھایا کرتے تھے، اچھے خوش فکر شاعر تھے، پروفیسر فیضان اللہ فاروقی صاحب صرف چھ سال کی عمر میں تعلیم وتربیت کی غرض سے اپنے ماموں کے پاس دارالعلوم مئو چلے آئے، اور ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۵ء تک یہیں مقیم رہے، تعلیم کے آغاز سے لیکر ابتدائی عربی درجات تک کی تعلیم یہیں پائی ۱۹۶۵ء تا ۱۹۶۷ء احیاء العلوم مبارک پور میں قیام رہا، یہاں عربی کی ثانوی درجات کی کتابیں انہوں نے پڑھیں، ۱۹۶۷ء میں ہی دارالعلوم دیوبند میں درجہ ہفتم میں داخل ہوئے اور ۱۹۶۸ء میں بخاری شریف حضرت مولانا فخرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی اور دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد یہیں سے سند فراغت حاصل کی۔

تدریسی زندگی کا آغاز ۱۹۶۹ء میں دارالعلوم مئو سے کیا اور یہاں ۱۹۷۱ء تک منشی درجہ میں معیاری کتابیں پڑھاتے رہے، ۱۹۷۱ء میں جب مولانا حسین احمد ناصری کی نگرانی میں میرا داخلہ درجہ حفظ میں ہوا تو میرا قیام بھی پروفیسر صاحب والے کمرے میں دارالعلوم کی اوپری منزل کے کمرہ نمبر ۱۳ میں تھا، مولانا حسین احمد صاحب بھی اسی کمرہ میں رہتے تھے، اسی مناسبت سے مجھے بھی اسی کمرہ میں جگہ مل گئی، اس زمانہ میں سیڑھی سے متصل اوپر والے کمرہ میں مولانا افتخار الحسن صاحب اور مغربی حصہ کے آخری چھور پر حضرت مولانا نیاز احمد صاحب جہان گنجی رہا کرتے تھے، بعد نماز عصر باہر کے حصہ میں کرسیاں لگتیں اور ان حضرات کی مجلسیں لگتیں، میں انتہائی چھوٹا طالب علم تھا، اس لیے باریابی کا کوئی سوال ہی نہیں تھا، دور ہی سے ان حضرات کی مجلس کو دیکھتا اور کہنا چاہیے کہ وہ ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کی عملی تصویر بنا رہتا تھا۔

غالباً ۱۹۷۲ء میں پروفیسر فیضان اللہ صاحب نے دارالعلوم چھوڑ دیا اور عصری تعلیم کے حصول کے لیے مولانا شبلی کالج اعظم گڑھ میں داخلہ لے لیا، انہوں نے اس کالج سے عربی، انگلش اور تاریخ لے کر ۱۹۷۴ء میں بی اے کی سند اول نمبر سے حاصل کی، ۱۹۷۶ء میں الٰہ آباد یونیورسٹی سے عربی میں ام اے اور یہیں سے عربی میں ۱۹۸۴ء میں پی اچ ڈی کیا، ان کے مقالہ کے نگراں ایس ایم رفیق تھے، اس سے قبل وہ ۱۹۷۹ء میں جامعہ ملیہ دہلی میں لکچرر ہو گئے تھے، ۱۹۸۰ء تک یہیں آپ زبان وادب کی خدمت انجام دیتے رہے، اسی سال ۲۵/دسمبر کو بارہ بنکی میں آپ کی شادی محمد مصطفیٰ مرحوم کی دختر نیک اختر سے ہوئی، ازدواجی زندگی بڑی خوشگوار تھی، فروری ۱۹۸۰ء میں آپ بڑودہ یونیورسٹی کے شعبہ عربی سے وابستہ ہوگئے اور فروری ۱۹۸۳ء تک اپنی خدمات بحیثیت لیکچرار پیش کیں، مارچ ۱۹۸۳ء میں آپ نے سفل (SEFL) حیدرآباد جوائن کرلیا اور ۱۹۸۷ء تک شعبہ عربی کو پروان چڑھانے میں مشغول رہے، مارچ ۱۹۸۷ء میں جے ان یو نئی دہلی بحیثیت ریڈر تشریف لائے اور جون ۱۹۹۷ء تک بحیثیت ریڈر شعبہ عربی میں طلبہ کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے میں اپنی بہترین صلاحیتیں صرف کیں، جون ۱۹۹۷ء میں آپ کی ترقی پروفیسر کے عہدہ پر ہوگئی اور آپ مئی ۲۰۱۶ء تک اسی عہدہ پر رہ کر سبکدوش ہوئے۔

پروفیسر فیضان اللہ فاروقی کی پوری زندگی دارالعلوم مئو کے چند سال چھوڑ کر عصری علوم کی تدریس میں گذری، انہیں سائنس اور مطالعہ سماج (سوشل سائنس) میں بھی اچھی درک تھی، عربی وفارسی کے ماہر فن کی حیثیت سے پورے ملک میں ان کی شناخت تھی، انہوں نے عربی زبان وادب کے حوالہ سے دسیوں مقالے لکھے، جسے انہوں نے سیمیناروں میں پیش کیا اور ملک کے باوقار علمی رسائل میں طبع ہوئے، شعر وشاعری کی بھی مضبوط صلاحیت تھی؛ لیکن انہوں نے اسے کبھی ذریعہ عزت نہیں سمجھا، اتنی شہرت اور عظمت کے باوجود وہ اندر سے پورے طور پر عالم تھے، انہوں نے عصری درسگاہوں سے منسلک ہونے والے کئی قاسمی اور ندوی کی طرح اپنی وضع قطع نہیں بدلی، وہ بنیادی دینی تعلیم کے فروغ کے لیے برابر کوشاں رہے، انہوں نے اپنی رہائش گاہ ابوالفضل میں اپنے صرفہ سے ایک مکتب بھی قائم کررکھا تھا، جس سے قرب وجوار کے بچے مستفید ہوتے تھے، اس کے لئے وہ اچھے معلم کا انتخاب کرتے تھے، یونیورسٹی میں بھی جو طلبہ ان سے قریب ہوتے ان کی وہ دینی تربیت کی فکر کرتے رہتے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں تصنیف وتالیف اور مختلف زبانوں میں ترجمہ کا اچھا ملکہ دیا تھا، انہوں نے قرآن کریم پر مولانا مصطفیٰ اعظمی کی ایک کتاب کے ترجمہ و تحقیق کا کام آٹھ سو صفحات میں کیا تھا، یہ کتاب نظر ثانی کے لیے حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیا تھا ان کی خواہش تھی کہ یہ کتاب دارالعلوم دیوبند کے مکتبہ سے چھپے، اتفاق یہ ہے کہ اس کتاب کے مصنف، مترجم اور نظر ثانی کرنے والے ارکان ثلثہ سبھی رخصت ہوکر اللہ کے پاس پہنچ گئے اور یہ کام معرض التوا میں ہی رہا۔ (بقیہ صفحہ ۱۰/ پر)

حرفِ چند : ایڈیٹر کے قلم سے

کلامِ شمس

حضرت مولانا سید محمد شمس الحق (۱۹۱۶-۲۰۰۷) بن سید محمد ابراہیم بن سید شاہ نورالدین حسین بن سید شاہ ولایت حسین، سابق قاضی امارت شرعیہ، سابق شیخ الحدیث جامعہ رحمانی مونگیر وسابق صدر مدرس مدرسہ احمدیہ ابابکر پور ویشالی زہد وورع، رسوخ فی العلم کی وجہ سے چودہویں صدی کے ممتاز علماء میں تھے، فقہ، حدیث، امور قضا میں ان کی صلاحیت کا ایک زمانہ قائل تھا، وہ اردو، فارسی اور عربی زبان کے لکھنے، پڑھنے بولنے میں مہارت رکھتے تھے اور نثر ونظم پر ان کی قدرت مثالی تھی، شاعری ان کے لیے ذریعۂ عزت نہیں تھی، لیکن وہ طبیعت کی جولانی کے زیر اثر شاعری بھی کیا کرتے تھے، ان کا بہت سا کلام تو ضائع ہوگیا، جو بچ گیا، اسے بڑی محنت، تلاش وتحقیق کے بعد نامور عالم دین، مفسر قرآن، مشہور خطیب، شاعر وادیب اور استاذ فقہ وحدیث عزیز گرامی قدر مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد نے ''کلام شمس'' کے نام سے مرتب کیا ہے، اور نہ صرف مرتب کیا ہے، بلکہ تحقیق کے فن کو برتا ہے، دستیاب شدہ نسخوں سے موازنہ کرکے حاشیہ میں اختلافات درج کیے ہیں، اور کوشش کیا ہے کہ یہ مجموعہ ہر اعتبار سے صحیح اور درست انداز میں قاری تک پہونچے، اس کے لیے علمی دنیا مولانا موصوف کی شکر گذار ہے۔

حضرت مولانا سید محمد شمس الحق صاحبؒ کا ترجمہ پارہ عم مکمل نہیں، صرف سورہ ناس سے سورہ انشقاق تک ہے، یہ ترتیب عکسی ہے، لیکن چھوٹے بچوں کو پڑھانے اور یاد کرانے کی غرض سے اسی ترتیب نے قبول عام حاصل کرلیا ہے، مولانا نے بھی اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے اور ترجمہ کرنے میں بڑی حد تک الفاظ قرآنی کا خیال رکھا ہے، چوں کہ مولانا کی گرفت فن اور عروض دونوں پر ہے، اس لیے کلام میں روانی، برجستگی ہے اور شاعرانہ عجز کا ان کے یہاں کوئی موقع نہیں ہے، اشعار نقل کرنے لگوں تو بات لمبی ہوجائے گی، پوری کتاب آپ کے سامنے ہے، پڑھیے اور مولانا کی قادر الکلامی پر سر دھنیے۔

کلام شمس کا دوسرا باب حمد، نعت اور منقبت پر مشتمل ہے، مولانا کی جولانیٔ طبع اور موزونیٔ فکر کا اس باب میں بھرپور اظہار ہوا ہے، مولانا کے اس باب کے اشعار میں رفعت تخیل بھی ہے اور فکری ندرت بھی، ان میں سے زیادہ تر کسی نہ کسی موقع سے کہے گئے ہیں، اس لئے ان اشعار کو پڑھتے وقت اس خاص موقع کا ادراک واحساس پورے طور پر ہوتا ہے، مولانا نے ایک دو جملہ لکھ کر شروع میں ہی اس طرف اشارہ کر دیا ہے، جیسے ''کراچی سے جدہ جاتے ہوئے'' وغیرہ اس باب کی بیش تر نعتیں یاد حرم کے نام سے کتابی شکل میں پہلے شائع ہوچکی ہیں۔

تیسرا باب غزلیات اور نظموں پر مشتمل ہے، اس میں تین غزلیں، ایک نذرانۂ عقیدت، ایک منظوم سپاس نامہ اور ایک بابری مسجد کا مرثیہ ہے، غزلیات کی اتنی کم تعداد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مولانا نے غزلیں نہیں کہیں، کہیں تو بہت ساری، لیکن ان کو محفوظ رکھنے کا خیال نہیں آیا، اس لیے ضائع ہوگئیں۔

چوتھے باب میں عوامل نحو منظوم ہے، جو نحوی قواعد کو یاد کرنے کے لیے بہت مفید ہے، یہ الگ سے رسالہ کی شکل میں پہلے بھی چھپ چکا ہے، میں جس زمانہ میں مدرسہ احمدیہ ابابکر پور ویشالی میں پڑھایا کرتا تھا تو بچوں کو اسی کی مدد سے قواعد یاد کراتا تھا اور اس سے بڑی آسانی ہوا کرتی تھی۔

پانچواں باب متفرقات ہے، جس میں ایک سہرا، چند ظریفانہ اشعار اور دو عربی قصیدے کو جگہ دی گئی ہے، مولانا کے سہروں کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے اور تلاش وتحقیق سے اس میں خاطر خواہ اضافہ ہوسکتا ہے، عربی قصیدے مولانا کی عربی زبان وادب پر قادر الکلامی کے غماز ہیں اور ان قصائد نے اہل علم وفن سے قبول عام وتام کی سند پائی ہے، اس علاقہ میں مولانا عربی کے دوسرے بڑے شاعر ہیں، مولانا سے قبل ایک عربی کے بڑے شاعر حکیم مختار احمد کرہٹیا کے رہنے والے تھے، مظفر پور میں مطب کرتے تھے، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے معتقد تھے، حضرت کے وصال کے بعد فی البدیہہ انہوں نے چھپن اشعار پر مشتمل عربی میں مرثیہ کہا تھا، جن میں سے بائیس اشعار کے ہر مصرعہ سے سال وفات نکلتا ہے اور آخر کے چار اشعار سے ترتیب سوانح (تذکرۃ الرشید) کا سن برآمد ہوتا ہے، یہ مرثیہ تذکرۃ الرشید کے آخر میں مطبوعہ شکل میں موجود ہے، جس سے ان کی عربی زبان پر قدرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، مولانا مختار احمد مولانا نور محمد پنجابی کے تلمیذ رشید تھے۔

بات لمبی ہوتی چلی گئی، مقطع میں آنے والی سخن گسترانہ بات بس اتنی سی ہے کہ عزیزم مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری نے یہ اچھا کام کیا ہے، ورنہ یہ کلام بھی زمانہ کے دستبرد سے ضائع ہوجاتے تو بڑا علمی اور ادبی نقصان ہوجاتا۔

ملک کی قومی یک جہتی میں امارت شرعیہ کا کردار

مولانا احمد حسین قاسمی معاون ناظم امارت شرعیہ

گذشتہ چندسالوں سے ہمارے ملک میں مزید نفرت وتعصب نے پنجے گاڑ دیے ہیں، جس کے نتیجے میں فرقہ واریت کی آگ نے مختلف ریاستوں کو جھلسا کر رکھ دیا ہے۔ مذہبی رواداری اور بھائی چارہ کا انوکھا اور بے مثال ملک بھارت رفتہ رفتہ شدت پسندوں کا شکار ہوتا جارہا ہے، کرسی اور اقتدار کی بے انتہا ہوس نے ایک خاص جماعت کو ایسا اندھا کردیا ہے، جس نے رواداری کی جگہ تشدد، پریم کی جگہ نفرت، پھول کی جگہ کانٹے اور ملک کے شہریوں کے دلوں میں دوسرے شہریوں کے تئیں محبت و دوستی کے بجائے دشمنی وعداوت پیدا کرنے کا ظالمانہ کام انجام دیا ہے۔ ایسی سیاست کا بُرا ہو، جس نے ملک کے امن وامان اور اس کی صدیوں پرانی قومی یکجہتی کو صرف اپنے ذاتی مفاد کے لیے پامال کررکھا ہے، کب اور کس جگہ زہریلی ہوا اور نفرت کی فضا چھا جائے، کہنا مشکل ہے۔ جو ملک کی موجودہ صورت حال ہے، اسے دیکھ کر کسی طرح یقین نہیں آتا کہ یہ مہاتما بودھ، شری مہاویر جین، گرونانک، خواجہ معین الدین چشتیؒ اور ان جیسے سیکڑوں محبت اور انسانیت کے علم برداروں کا وہی ملک ہے، جس کی مقدس زمین پر انہوں نے بھائی چارہ وانسانی رواداری کا درس دیا تھا۔ خیر ابھی بھی اس سرزمین پر انسانیت کے داعی، اخوت و بھائی چارے کے علم بردار، قومی یکجہتی کے نقیب اور گنگا جمنی تہذیب کے نمائندہ افراد و جماعتیں زندہ ہیں، جن کے دم سے اس گلستاں میں زندگی کی رنگ و بو اور اس چمن کی آبرو باقی ہے، انہیں میں ملک کی ایک عظیم سو سالہ پرانی تنظیم **''امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ''** ہے، جو پورے ملک میں اپنے دوسرے ملی واجتماعی کارناموں کے ساتھ انسانیت نوازی اور خدمت خلق کے میدان میں بھی ممتاز ہے، ملک کی صف اول کے اس عالی شان ادارے نے جہاں جنگ آزادی میں نمایاں قربانیاں پیش کیں، وہیں آزادی کے بعد سے آج تک مسلسل ملک کی سالمیت، قومی یگانگت، انسانی ہمدردی، سماجی بھائی چارہ، مذہبی رواداری اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو برقرار رکھنے کے لیے روشن و تابناک خدمات انجام دی ہیں جو لائق ستائش بھی ہیں اور قابل تقلید بھی۔

اس طویل ترین سفر میں ملک اور اس کی ریاستوں نے نہ جانے کتنی کروٹیں لی ہیں اور حالات نے کتنی نزاکتیں پیدا کی ہیں، سیاسی موجوں نے بارہا ملک کے پرسکون حالات میں تلاطم واضطراب پیدا کرنے کی ناپاک کوششیں کی ہیں، جن کا شمار نہیں، مگر ہر دور اور ہر حال میں امارت شرعیہ کے اکابر و ذمہ داران نے ملک کی سماجی ساکھ اور اس کے تہذیبی وقار کو بچانے کا بے مثال کارنامہ انجام دیا ہے۔ جب بھی نفرت کے سوداگروں نے انسانی جانوں کا سودا کرنا چاہا تو اس تنظیم کے رہنماؤں نے آگے بڑھ کر ان کے ظالم ہاتھوں کو جرأت مندی اور پامردی سے روکنے کا کام سرانجام دیا ہے۔ جب بھی ظالموں نے ظلم وستم کا بازار گرم کرنا چاہا تو اس ادارہ نے پوری قوت سے ان کے گریبان کو پکڑا ہے اور بروقت ایسے عناصر کے خاتمے کی کوشش کی ہے، اس تنظیم کا امتیازی وصف رہا ہے کہ جب نازک وقت میں اچھے اچھوں کی زبانیں حکومت وقت کے سامنے خاموش تھیں تو اس کے اکابرین وقت کے حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دلیرانہ مکالمہ فرمارہے تھے اور ملک کی سلمیت وتحفظ کا فریضہ ادا کررہے تھے، جب وقت کی برسراقتدار حکومت اپنی ناکامی کا الزام ملک کی معصوم عوام کے سر تھوپ رہی تھی تو تاریخ شاہد ہے کہ اس ادارہ کے غیور و بے باک رہنما چوتھے امیر شریعت حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی نور اللہ مرقدہ نے حکومت کو للکارتے ہوئے اس کے فرائض منصبی یاد دلائے۔

الحاصل امارت شرعیہ نے اپنے پہلے ہی دن سے ملک کی قومی یکجہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو اپنا موضوع بنا کر ایک ایسی عظیم خدمت انجام دی ہے، جس کی مثال آزاد ہندوستان میں ملنی مشکل ہے۔ اس سلسلہ میں امارت شرعیہ کا طریقۂ کار نہایت مؤثر اور عملی ہے، اس کے نمائندوں سے متعلقہ تین ریاستوں؛ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ میں کوئی مسلم بستی خالی نہیں ہے، ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں اس کے نمائندے اور نقیب ہیں، جو رضا کارانہ طور پر سماجی اور رفاہی خدمات انجام دیتے ہیں۔ انسانی بنیادوں پر بے لوث ہوکر کام انجام دینا ان کی پہچان ہے، دراصل امارت شرعیہ کے ضابطہ کی پہلی سطر انسانیت کی فلاح و بہبود پر مشتمل ہے، جس سے اصلاح و درستگی، ملکی خیر سگالی، باہمی اخوت ومحبت، سماجی بھائی چارہ اور بے شمار خیر و بھلائی کے سوتے پھوٹتے ہیں، اگر اس مخلص انسانی ادارے کی یہی ایک بات سچائی کے ترازو میں تولی جائے تو ملک کی ان گنت مقامی وقومی سیاسی جماعتوں کی کم مائیگی اور ہلکا پن روشن سورج کی طرح سامنے آجائے گا۔ اگر صحیح طور پر جائزہ لیا جائے تو درحقیقت امارت شرعیہ نے ان سیاسی تنظیموں کو موقع بہ موقع سماجی وانسانی خدمت، ملکی ثقافت، باہمی محبت اور فکر انسانیت کا سبق پڑھایا ہے اور جب بھی وہ بے راہ روی کا شکار ہوئی ہیں تو ان کی صحیح سمت میں رہنمائی کی ہے۔

مفاد پرست، تشدد پسند اور مذہبی سیاست کے نتیجے میں چند دہائیوں سے جس طرح آئے دن مذہبی منافرت اور فرقہ واریت کا انسانیت سوز کھیل کھیلا جارہا ہے اور ملک کی قدیم سماجی محبت و یگانگت کا خاتمہ کیا جارہا ہے، یہ پورے ملک کے لیے انتہائی تشویش کا موضوع ہے۔ خاص کر موجودہ برسراقتدار جماعت کے دور حکومت میں اکثریتی فرقے کی جانب سے اقلیتوں پر بڑی زیادتی ہورہی ہے۔ اس دوران فرقہ وارانہ چھوٹے بڑے اتنے واقعات رونما ہوئے ہیں جن کا شمار مشکل ہے، ان میں سیکڑوں جانوں اور اربوں کے اثاثے کا نقصان ہوا۔ رواں مہینے (اگست ۲۰۲۰ء) کی پانچ تاریخ کو صدیوں پرانی بابری مسجد کی جگہ اور ایودھیا میں متنازع اراضی پر سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد پوری شان وشوکت سے رام مندر کی تقریب سنگ بنیاد میں جب سے بھومی پوجن کیا گیا ہے، اس کے بعد خصوصیت سے ریاست بہار میں فرقہ وارانہ کشیدگی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا ہے، دربھنگہ، سیتا مڑھی، جموئی، مظفر پور، مشرقی چمپارن، مدھوبنی وغیرہ اضلاع کے کئی علاقوں میں تسلسل کے ساتھ فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا ہوچکی ہے، جواب بھی بعض خطوں میں رہ رہ کر سر ابھار رہی ہے، اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اکثریتی فرقہ کے حوصلے کافی بلند ہوگئے ہیں، بہار کا اسمبلی الیکشن بھی مدنظر ہے، تاکہ اس کے نتائج حسب خواہ ظاہر ہوں، اور خاص نقطۂ نظر سے مختلف طبقوں میں بکھرے ووٹوں کا پولرائزیشن کیا جاسکے۔ بلوائیوں اور فتنہ پروروں کو فقط ہلکا سا شیرہ ملنا چاہئے، چھوٹی چھوٹی ناقابل توجہ اور معمولی باتوں کو بھی بڑی کشیدگی کا عنوان بنادیا جارہا ہے، جس سے حکومت وانتظامیہ کو بھی شدید پریشانی لاحق ہے، لاء اینڈ آرڈر اور اخلاقی ضابطوں کی سرعام دھجیاں اڑائی جارہی ہیں، لمحوں میں پورا کا پورا خطہ اور علاقہ کا علاقہ امن وامان سے محروم ہوکر خطرے میں گھر جارہا ہے، ایسے برے اور نازک وقت میں جب امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کے مرکزی دفتر سے اس کے مقامی نقیب یا منتخب صدر و سکریٹری رابطہ کرتے ہیں تو امارت شرعیہ بے چین ہوکر حکومت بہار اور اس کے اعلیٰ حکام وافسران سے فوری کارروائی کا تقاضہ کرتی ہے، پھر جلد از جلد ریاستی ذمہ داران ضلع انتظامیہ کو جائے واردات پر بھیج کر حالات کو قابو میں لانے کا انسانی فریضہ انجام دیتے ہیں، جس میں امارت شرعیہ کو رات ودن ایک کرنا پڑتا ہے، جس کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

زمینی سطح پر امارت شرعیہ کی تنظیم اتنی مستحکم اور فعال ہے کہ اکثر اوقات حکومت کو اس طرح سے پیش آنے والے واقعات کا پہلے سے علم نہیں ہوتا، بسا اوقات تھانہ اور ضلعی افسران کو بھی امارت شرعیہ کے ذریعہ ہی اطلاع ملتی ہے۔ اس طرح کے تمام واقعات وحادثات پر اس ادارہ کی شروع سے آج تک بڑی گہری اور حساس نظر رہی ہے، بروقت واقعات وحالات کا صحیح ادراک کرکے مقامی سطح سے مرکزی سطح تک اپنے ذمہ داران وکارکنان کے ذریعہ حالات کو معمول پر لانے اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی قائم کرنے میں امارت شرعیہ کا اولین کردار رہا ہے۔ اس طرح کے مواقع پر امارت شرعیہ حتی الامکان پوری جد وجہد کرتی ہے اور اپنی ساری توانائی صرف کردیتی ہے، پل پل کی خبر لینا، ضرورت کے مطابق جائے واردات پر پولیس فورس کی تعیناتی کے لیے حکومت سے تاکید کرنا، امن کمیٹی تشکیل دینا، پھر ان کے ذریعہ دونوں طرف کے فرقوں سے امن وامان کی بحالی کی درخواست کرنا، ظالموں کی گرفتاری اور مظلوم کی فریاد رسی کرنا امارت شرعیہ کا وہ عظیم کارنامہ ہے جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ اس کے علاوہ ماب لنچنگ وفرقہ وارانہ فساد میں شہید وزخمی ہونے والے بے قصور لوگوں کی قابل ذکر مالی امداد بھی امارت شرعیہ کی جانب سے کی جاتی رہی ہے۔

NPR، NRC، CAA کے خلاف ملک گیر احتجاج کے موقع پر پھلواری شریف کے فساد سے لے کر اب تک چھوٹے بڑے بیسیوں جگہ کشیدگی کا ماحول بن چکا ہے، ان تمام مواقع پر امارت شرعیہ نے حکومت کو بروقت متوجہ کرکے ہزاروں انسانی جانوں کو سلامتی بخشی ہے اور ملک وریاست کے امن وامان کی حفاظت کی ہے۔ ان چند سطور بالا میں اس حوالہ سے امارت شرعیہ کی ان خدمات کا فقط ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے، ورنہ اس جہت میں اس کی خدمات سو سال پر محیط ہیں جو کافی وقیع اور بے حد وسیع ہیں، اس کے لیے ایک بڑے دفتر کی ضرورت درکار ہے۔ ع

سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لیے

قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب بھی امارت شرعیہ کے انتہائی متحرک وفعال اور سرگرم کارقائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب مدظلہ العالی نے حکومت کو ان واقعات کی جانب متوجہ کیا تو حکومت نے اسے سنجیدگی سے لے کر امن وامان کی بحالی کی کوشش کی۔ دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس شجر سایہ دار کو اپنی توجہات وعنایات میں رکھے، اور اس سفینۂ ملت کے ناخدا امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم اور اس کے جملہ اکابرین وخادمین کی خدمات کو شرف قبولیت بخشے (آمین)

جوار رحمت میں

ادھر چند دنوں میں ملک کی چند ممتاز دینی، علمی اور سماجی شخصیات نے قوم وملت کو داغ مفارقت دیا، ان حضرات کے وصال پر مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ وسجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر، امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی اور دیگر ذمہ داران وکارکنان نے گہرے صدمہ کا اظہار کیا ہے نیز ان کے اہل خانہ سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعاء مغفرت بھی کی، ان نامور ہستیوں میں حضرت مولانا سید سلمان صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (متوفی ۲۰/جولائی ۲۰۲۰ء)، چشمۂ فیض ململ مدھوبنی کے مہتمم وجامعہ فاطمۃ الزہراء کے بانی مولانا وصی احمد صدیقی قاسمی (۲۱/جولائی ۲۰۲۰ء)، حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب رحمانی سابق ناظم دفتر جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر (متوفی ۲۵/جولائی ۲۰۲۰)، چشمۂ فیض ململ مدھوبنی کے نائب مہتمم حضرت مولانا مکین صاحب (متوفی ۲۹/جولائی ۲۰۲۰ء)، قاضی شریعت مدھوبنی حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب (۳۰/جولائی ۲۰۲۰ء)، جامعہ اسلامیہ قرآنیہ سمرا کے استاذ قاری مصلح الدین صاحب سیتامڑھی (متوفی ۵/اگست ۲۰۲۰ء) جامعہ عربیہ ہتھوڑا، باندہ (یوپی) کے اولین طالب علم حضرت مولانا صوفی اظہار الحسن صاحب (متوفی ۱۳/اگست ۲۰۲۰ء)، مولانا مبارک حسین قاسمی ندوی نیپال (متوفی ۱۸/اگست ۲۰۲۰ء حافظ محمد اطہر صاحب پپرا لطیف رکن امارت شرعیہ (متوفی ۱۰/اگست ۲۰۲۰ء)، الحاج محمد نعیم الدین صاحب نقیب امارت شرعیہ، مرکچو، کوڈرما (متوفی ۲۱/جولائی ۲۰۲۰ء)، ہندوستان کے مشہور شاعر جناب راحت اندوری صاحب (متوفی ۱۱/اگست ۲۰۲۰ء) جناب انور صاحب نیشنل ٹمبر راور کیلا اڈیشہ کے بھائی جناب محمد اطہر صاحب (متوفی ۱۳/اگست ۲۰۲۰ء)، ان کے چچا جناب محمد رہبر صاحب (متوفی ۱۸/اگست ۲۰۲۰ء)، مفتی ظفیر عالم قاسمی راور کیلا اڈیشہ کے والد محترم الحاج غلام سرور صاحب (متوفی ۲۰/اگست ۲۰۲۰ء)، شہر پٹنہ کے ایک سماجی خدمت گار جناب فخر عالم صاحب راجہ بازار (متوفی ۲۷/جولائی ۲۰۲۰ء)، امارت شرعیہ کے معاون ناظم مولانا قمر انیس قاسمی صاحب کی بڑی ہمشیرہ (متوفی ۸/اگست ۲۰۲۰ء) اور مولانا بدر الحسن قاسمی (کویت) کی اہلیہ محترمہ (متوفی ۱۴/اگست ۲۰۲۰ء) کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرمائے، قارئین نقیب سے بھی دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

شیر شاہ سوری کا نظام حکومت اور اصلاحات

شیر شاہ سوری سلاطین ہند کا ایک صاحب کردار حکمراں تھا،ان کا اصلی نام فرید تھا،اور میاں حسن جاگیردار سہسرام کا بڑا لڑکا تھا،۱۴۹۴ء میں جون پور گیا،عربی فارسی تاریخ وفقہ میں مہارت حاصل کی، تاریخ سے اس کو دلچسپی تھی، بہادری اور فاتحانہ سرگرمیوں کو گرہ میں باندھتا رہتا تھا،اس زمانہ میں جب حسن خان جونپور آیا اور شیر خاں کو گھر واپس لے گیا اور جاگیر کا انتظام سپرد کیا تو اس نے بہترین حالت اس چھوٹی سی جاگیر کی کردی،مگر اس کی سوتیلی ماں نے وہ صورت پیدا کردی کہ شیر خان گھر سے نکل گیا، پہلے سلطان ابراہیم لودی کے دربار میں پہنچا، ابراہیم اور بابر میں پانی پت کے میدان میں مقابلہ ہوا، ابراہیم لودی کا خاتمہ ہوا، بابر دہلی کے تخت کا مالک بن گیا۔

شیر خان بابری دربار تک پہنچا، ایک سال رہا، بابر کے دسترخواں پر شریک تھا، وہ گھڑی گھڑی شیر خان کو دیکھتا، کھانا کھا کر شیر خان چلتا ہوا، بابر نے مہتمم سے کہا، شیر خاں کو بلاؤ، اس نے تلاش کیا تو اس کا پتہ نہ لگا، بابر نے کہا افسوس خطرناک شخص دام سے نکل گیا، یہاں سے شیر خاں بہار پہونچا، اور بہار خاں الخاطب سلطان محمد کے پاس پہنچا اور چندروز میں مقرب بارگاہ ہوگیا، شیر کے مارنے پر شیر خان کا خطاب پایا وراس کے نابالغ لڑکے جلال خان کا اتالیق مقرر ہوا، سلطان محمد کے مرنے کے بعد جلال خاں تخت حکومت پر بیٹھا اور سلطان محمد کی حرم دودو نے عنان حکومت سنبھالی، شیر خاں نائب بنایا گیا، کچھ عرصہ کے بعد ملکہ دودو انتقال کر گئیں تو شیر خاں اکیلا مختار کل ملک بہار ہوگیا، مگر سرداران لوحانی نے جلال خان کو اپنا ہمنوا بنالیا، شیر خاں وطن چلے گئے ۔لوحانی جلال خاں کو شاہ بنگال کے پاس بہکا کر لے گئے، شیر خاں نے فوج بھرتی کرنی شروع کردی، ادھر شاہ بنگال سلطان محمود نے بہار پر قبضہ کرنے کے لئے ابراہیم پسر قطب شاہ کو لشکر دیکر بھیجا، شیر خاں فوج لے کر مقابل ہوا، آخرش ابراہیم کام آیا، جلال خاں بھی ابراہیم کے ساتھ تھا وہ بنگال چلتا ہوا، خزانہ وہاتھی سب شیر خاں کے ہاتھ لگے، ملک بہار کا شیر خاں مالک ہوا، اس نے تھوڑے دنوں میں اپنے علاقہ کی حالت سدھار لی اور رعایا امن وامان سے رہنے لگی۔

ہمایوں نے شیر خاں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنے کی کوشش کی، لیکن شیر خاں نے صلح کرلی، ہمایوں گجرات گیا، شیر خاں نے بہار کی سلطنت پر قبضہ کرلیا، اور بنگال کے کچھ حصہ پر بھی عمل دخل کیا، ہمایوں گجرات سے لوٹا، پوری فوج ساتھ تھی، چنار پر حملہ کر کے قلعہ کو مسخر کیا، چنار کا قلعہ نکل جانے کی خبر سن کر شیر خاں نے اپنے خاندان کے لوگوں کو رہتاس کے قلعہ میں بھیج دیا اور خود وہاں سے چل دیا، ہمایوں چنار سے روانہ ہوکر غور پہنچا اور اس کو فتح کیا، اس عرصہ میں شیر خاں نے موقع پا کر چنار اور جون پور کا محاصرہ کرلیا اور جب ہمایوں واپس ہوا گنگا کے قریب اس کو پٹھانوں نے روکا، چونسہ کے میدان میں لڑائی ہوئی جس میں مغلوں کو شکست ہوئی اور ہمایوں جان بچا کر بھاگا، جب وہ گنگا عبور کررہا تھا، نظام سقہ نے مدد کی تو ہمایوں ڈوبنے سے بچا، اس کے صلہ میں چند گھنٹوں کی بادشاہت ملی۔ چونسہ کی لڑائی کے بعد شیر خاں نے اپنی بادشاہت کا اعلان کردیا اور شیر شاہ کا لقب اختیار کیا، ہمایوں دوبارہ فوج ٹھیک کر کے افغانوں کے مقابلہ کے لئے آیا، قنوج کے میدان میں دونوں فریق بڑی بہادری سے لڑے لیکن پھر بھی مغلوں کو شکست ہوئی، وہ بھاگ نکلے اور ہمایوں کو سلطنت چھوڑ کر جانا پڑا، شیر شاہ نے پنجاب تک ہمایوں کا پیچھا کیا اور کھوکھروں کو شکست دے کر شمالی پنجاب اور سرحدی ضلعوں پر قبضہ کیا، اس کے بعد اس نے مالوہ، سندھ اور رائے سین کو اپنی سلطنت میں شامل کیا پھر راجہ جودھپور سے مقابلہ کر کے اس کو شکست دی اور راجپوتانہ کے اکثر حصے سوری سلطنت میں شامل کر لئے، پھر شیر شاہ نے کالنجر کا محاصرہ کیا، بارود میں آگ لگ جانے سے شیر شاہ زخمی ہوا، قلعہ تو فتح ہوا لیکن ۲۲/مئی ۱۵۴۵ء کو یہ لائق فائق بادشاہ پانچ سال کی مختصر حکومت کے بعد مر گیا، اس وقت اس کی حکومت تمام شمالی برصغیر پر قائم ہوچکی تھی، یہ کوئی معمولی کام نہ تھا، لیکن شیر شاہ کا سب سے بڑا کارنامہ اس کا وہ نظام حکومت تھا جس کی بنیادوں پر مغلوں نے اپنی مضبوط اور پائیدار سلطنت قائم کی۔

شیر شاہ نے اپنی سلطنت کو ۴۷ حصوں میں تقسیم کیا تھا جو سرکار کہلاتے تھے، ہر سرکار میں کئی پرگنے ہوتے تھے اور ہر پرگنہ میں ایک امین، ایک منصف، ایک خزانہ دار اور دوسرے چھوٹے سرکاری افسر کام کرتے تھے، ان کے علاوہ پٹواری، اور چودھری بھی ہوتے تھے جو مالگذاری جمع کرتے تھے، شیر شاہ نے زمین کی پیائش کرائی، اس کے بعد پیداوار کا ایک چوتھائی حصہ حکومت وصول کرلیتی تھی، سرکاری مال گذاری نقد دی جاسکتی تھی، اور جنس کی شکل میں بھی کسان اس طرح خوش حالی کی زندگی بسر کرنے لگے، خشک سالی کے موقع پر ان کی مدد ہوتی، اسی طرح فوجی انتظام میں اصلاحیں کیں، اس نے علاء الدین خلجی کے فوجی انتظام کو نہیں اپنایا یعنی گھوڑوں پر داغ لگانا۔

شیر شاہ کی فوج میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ سوار اور پچپن ہزار پیادے تھے، وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا تھا، رعایا پر ظلم نہیں کرتا تھا، جو فوجی رعایا پر تشدد کرتا اس کو سخت سزا دیتا تھا۔ شیر شاہ نے رفاہ عام کے بہت سے کام کئے، ایک سڑک بنگال سے پنجاب، آگرہ سے راجپوتانہ، دوسری برہان پور جاتی ہوئی لاہور سے ملتان تک نکالی، ہر منزل پر سرائیں، مسجد اور کنویں تعمیر کرائے، سڑک کے دونوں طرف درخت لگوائے، ہندو مسلمان کے لئے سراؤں میں کھانے رہنے کا انتظام رہتا۔ پانچ سال کے اندر اس نے سلطنت کا ایسا انتظام کیا کہ پیش رو نہ کرسکے، سلطنت کے ہر معاملہ کو خود دیکھتا اور اس کا انتظام کرتا۔

معمولات :

صبح کو بہت سویرے اٹھا کرتا، نماز فجر کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتا، وظائف سے فارغ ہوکر سلطنت کے کام میں لگ جاتا، دوپہر کو کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کرتا پھر انتظام سلطنت میں مشغول ہوجاتا، نماز کا بڑا پابند تھا، اسلام کا متوالا تھا، احکام اسلامی کا سختی سے متبع تھا، رعایا کو بھی پابند بنانا چاہتا تھا، علماء وصوفیاء کا احترام کرتا تھا، مختصر یہ ہے کہ شیر شاہ کی ہستی تاریخ میں مایہ ناز ہستی رہی ہے۔ (تاریخ ملت)

اردو زبان اور حکومت کی نئی تعلیمی پالیسی

مولانا ممشاد علی قاسمی

حکومت کی طرف سے جاری کردہ نئی تعلیمی پالیسی میں یوں تو تشویش کی کئی باتیں ہیں لیکن آج ہم صرف اردو کی بات کریں گے۔ یہ نئی تعلیمی پالیسی منظر عام پر آنے کے بعد کہا جارہا ہے کہ حکومت نے اس نئے نظام میں ایسا انتظام کیا ہے کہ اگلے دس سالوں میں اردو ختم ہوجائے گی، بات صحیح ہے لیکن موجودہ حکومت سے اردو کیلئے خیر کی امید رکھنا خود کو دھوکا دینا ہے، یوں بھی آزادی کے بعد کونسی مرکزی حکومت نے اردو کے ساتھ اچھا سلوک کیا، کس حکومت نے اردو کے فروغ اور ترقی کیلئے کوئی سنجیدہ پالیسی بنائی یا اردو میڈیم اسکول قائم کئے، سبھی نے اپنے اپنے انداز میں اس زبان کو ختم کرنے کی کوشش کی اس لئے اس حکومت سے امید رکھنا تو اور بھی نادانی ہے۔

ستمگر تجھ سے امید وفا ہوگی جسے ہوگی
ہمیں تو دیکھنا یہ ہے کہ تو ظالم کہاں تک ہے

بات بہت طویل اور موضوع بہت حساس اور تکلیف دہ ہے لیکن میں اس وقت صرف دو نکات پر بات کروں گا۔ اردو کی بقاء وترقی کیلئے دو باتیں اہم ہیں۔

(۱) حکومت کی سرپرستی اور تعاون: جہاں تک حکومت کا معاملہ ہے تو اس کی سرد مہری اور اردو زبان سے دشمنی واضح طور پر معلوم ہونے کے باوجود ہمیں ہر حال میں ہر مناسب طریقہ اور ممکنہ مؤثر انداز میں یہ کوشش کرتے رہنا ضروری ہے کہ حکومت اردو کو اس کا حق دے، امید اگرچہ کتنی بھی کم ہو لیکن بند دروازے پر بھی دستک دیتے رہنا زندگی کی علامت ہے اور اس سے کوئی نہ کوئی فائدہ بھی متوقع ہوتا ہے، مایوس ہوکر بیٹھ جانا تو اپنے حق سے دستبردار ہوجانا ہے، مایوسی اور ماتم سے کبھی کامیابی نہیں ملتی۔

(۲) دوسرے اردو زبان کے ساتھ خود اردو سے محبت کرنے کا دعوی کرنے والوں کا سلوک: اس سلسلہ میں دنیا بھر کے تجربات کی روشنی میں یہ بات یقینی ہے کہ اردو کو حکومت کی سرپرستی بھلے ہی نہ ملے اور حکومت اردو کے ساتھ کتنا بھی تعصب روا رکھے لیکن اگر ہم نے اپنے بچوں کے ذریعہ اپنے گھر میں اور اپنے نجی تعلیمی اداروں میں اردو کو زندہ رکھنے کا سو فیصد فیصلہ کرلیا تو کوئی حکومت ہماری زبان کو ختم نہیں کرسکتی اس کیلئے ہمارے سامنے بہت واضح مثال ہندی زبان کی موجود ہے۔ آج ہندستان میں پچھلے ستر سالوں میں جتنے برے حالات اردو کیلئے حکومت کی طرف سے پیدا کئے جا رہے ہیں اس سے ملتے جلتے حالات ہندی زبان پر سات سو سال سے بھی زیادہ تک رہے ہے۔ مغلیہ دور حکومت اور انگریزوں کے دور میں کبھی بھی ہندی سرکاری زبان نہیں رہی نہ اس کو حکومت کی سرپرستی اور خاص مراعات حاصل رہیں لیکن ہندوؤں نے اپنی زبان کو اپنے گھروں میں اپنی دھرم شالاؤں میں اور اپنے بچوں کے دل ودماغ میں زندہ رکھا، اردو کو سرکاری زبان ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی طرح ہی سیکھا، اردو کے بڑے بڑے ادیب اور شعراء پیدا کئے جنہوں نے اردو کو سینے سے لگایا اور اس کی ہر ممکن خدمت کی لیکن ہندی کو نہیں بھولے اور اپنی ہر آنے والی نسل کو بتاتے رہے کہ ہماری زبان ہندی ہے، پھر جب وقت نے موقع دیا تو ہندی کو سنگھاسن پر بٹھا دیا۔ اور ہم؟ ہم تو ستر سالوں میں ہی اپنی زبان کو بھول گئے، بچوں کو پڑھانی چھوڑ دی، گھریلو کام کاج اردو کے بجائے ہندی میں کرنے لگے، کسی بھی شہر میں مسلم محلوں کو دیکھ لیجئے کتنے گھروں پر اردو میں نیم پلیٹ لگی ہوئی ہیں؟ اکثر جگہوں پر تو شائد پورا مسلم محلہ مسجد سمیت ایسا ملے گا جہاں آپ کو اردو میں ایک بھی نام ایک بھی بورڈ نظر نہیں آئے گا، انہیں کون سی حکومت نے روکا ہے؟ ہندستان بھر میں جہاں جہاں میں گیا ہوں مجھے ایک چھوٹے سے شہر بھٹکل کے علاوہ اور کوئی شہر قصبہ ایسا نہیں ملا جہاں مجموعی طور پر مکانوں پر اردو میں نام لکھنے کا رواج ہو۔ کرناٹک کی سرکاری زبان حالاں کہ ناٹی یا کنڑ ہے لیکن اہل بھٹکل کی ملی حمیت کو سلام کہ شاید مسلمانوں کا کوئی گھر ایسا ہو جس پر اردو عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں لکھا ہوا ہو، پورے ملک کو دیکھیں تو اگرچہ یہ تناسب دریا میں قطرے کے برابر ہے لیکن بہرحال یہ پورے ملک کے مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ اور مثال ہے جس پر بآسانی عمل کیا جاسکتا ہے۔

فضائل اعمال جیسی کثرت سے پڑھی جانے والی اور دیگر دینی کتابیں پوری نسل (مدارس کے علاوہ) اردو میں پڑھ رہی ہے جن میں تلفظ کی بے شمار غلطیاں ہوتی ہیں اور ہم جان بوجھ کر یہ گوارہ کرتے ہیں کیوں کہ ہم بے حس ہو چکے ہیں اور ہماری بے حسی کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ہمارے بعض دانشور ایک مدت سے یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ اردو کا رسم الخط بدل دیا جائے اور الفاظ (تلفظ) تو اردو کا ہی رکھیں لیکن اسے ہندی (دیوناگری) رسم الخط میں لکھا جائے، میرے خیال میں اردو کو ذبح کر کے مکمل طور پر دفن کرنے کی اس سے آسان ترکیب اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ ہماری دینی کتابوں اور شادی بیاہ کے تمام کارڈز میں اس کا باقاعدہ رواج بھی شروع ہوگیا ہے۔ کوئی بھی زبان اپنے رسم الخط سے ہی زندہ رہتی ہے رسم الخط کے ختم ہوتے ہی زبان خود بخود دفن ہوجاتی ہے اور افسوس کہ اردو کی تدفین کا یہ کام ہم خود ہی انجام دے رہے ہیں کسی حکومت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

ہم اتنا تو کر ہی سکتے ہیں کہ اپنے نجی اسکولوں میں کم از کم آٹھویں کلاس تک اردو لازمی کردیں اور اس کے امتحان میں کسی قسم کی رعایت نہ کی جائے۔ اگر ہمارے بچے ایسے اسکولوں میں پڑھتے ہیں جہاں اردو نہیں پڑھائی جاتی تو گھر پر ہی ان کو اردو پڑھانے کا انتظام کرا دیا جائے آخر دوسرے مضامین اور زبانوں کے لئے بھی تو ہم ٹیوشن لگاتے ہیں، اپنی زبان اور اپنی تہذیب کی حفاظت کیلئے اتنا تو کر ہی لیں

شکوہ ظلمت شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصہ کی کوئی شمع جلاتے جاتے

ماہِ محرم الحرام: اسلامی ہجری کیلنڈر کا پہلا مہینہ

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، یعنی محرم الحرام سے ہجری سال کا آغاز اور ذی الحجہ پر ہجری سال کا اختتام ہوتا ہے۔ نیز محرم الحرام ان چار مہینوں میں سے ایک ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرمت والے مہینے قرار دئے ہیں۔ اس ماہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا مہینہ قرار دیا ہے۔ یوں تو سارے ہی دن اور مہینے اللہ تعالیٰ کے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے سے اس کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ ماہ محرم کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس مہینے کا روزہ رمضان المبارک کے بعد سب سے افضل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک صاحب نے آ کر پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ کے بعد کس مہینے کے روزے رکھنے کا آپ مجھے حکم دیتے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر رمضان کے مہینہ کے بعد تم کو روزہ رکھنا ہو تو محرم کا روزہ رکھو، اس لئے کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے۔ اس میں ایک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی، اور دوسرے لوگوں کی توبہ بھی قبول فرمائیں گے۔ (ترمذی شریف) جس قوم کی توبہ قبول ہوئی وہ قوم بنی اسرائیل ہے، جیسا کہ اس کی وضاحت حدیث میں ہے کہ عاشورہ کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دی تھی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی سال کی ابتدا ماہ محرم الحرام سے ہی کیوں کی گئی؟ جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ منورہ کی طرف ماہِ ربیع الاول میں ہوئی تھی۔ جواب سے پہلے چند ایسے امور کا ملاحظہ فرمائیں جن کے متعلق تقریباً تمام مؤرخین متفق ہیں:

(۱) ہجری سال کا استعمال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہیں تھا، بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں صحابہ کرام کے مشورے کے بعد ۱۷ھ ہجری میں شروع ہوا۔

(۲) ہجری سال کے کیلنڈر کا افتتاح اگرچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا تھا، مگر تمام بارہ اسلامی مہینوں کے نام اور ان کی ترتیب نہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے، بلکہ عرصہ دراز سے چلی آرہی تھی اور ان بارہ مہینوں میں سے حرمت والے چار مہینوں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور رجب المرجب) کی تحدید بھی زمانہ قدیم سے چلی آرہی تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے: مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے، اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ (سورۃ التوبہ:۳۶)

(۳) اسلامی کیلنڈر (ہجری) کے افتتاح سے قبل عربوں میں مختلف واقعات سے سال کو موسوم کیا جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے عربوں میں مختلف کیلنڈر رائج تھے اور ہر کیلنڈر کی ابتداء محرم الحرام سے ہی ہوتی تھی۔

اب جواب عرض ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جب ایک نئے اسلامی کیلنڈر کو شروع کرنے کی بات آئی تو صحابہ کرام نے اسلامی کیلنڈر کی ابتدا کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یا نبوت یا ہجرتِ مدینہ سے شروع کرنے کے مختلف مشورے دئے۔ آخر میں صحابہ کرام کے مشورہ سے ہجرتِ مدینہ منورہ کے سال کو بنیاد بنا کر ایک نئے اسلامی کیلنڈر کا آغاز کیا گیا۔ یعنی ہجرت مدینہ منورہ سے پہلے تمام سالوں کو زیرو (Zero) کر دیا گیا اور ہجرتِ مدینہ منورہ کے سال کو پہلا سال تسلیم کر لیا گیا۔ رہی مہینوں کی ترتیب تو اس کو عربوں میں رائج مختلف کیلنڈر کے مطابق رکھی گئی، یعنی محرم الحرام سے سال کی ابتدا؛ غرض یہ ہے کہ عربوں میں محرم الحرام کا مہینہ قدیم زمانے سے سال کا پہلا ہی مہینہ رہتا تھا، لہٰذا اسلامی سال کو شروع کرتے وقت اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ اس طرح ہجرت مدینہ منورہ سے نیا اسلامی کیلنڈر تو شروع ہو گیا، مگر مہینوں کی ترتیب میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔

سورج کے نظام سے عیسوی کیلنڈر میں ۳۶۵/ یا ۳۶۶/ دن ہوتے ہیں، جبکہ ہجری کیلنڈر میں ۳۵۴/ دن ہوتے ہیں۔ ہر کیلنڈر میں ۱۲/ ہی مہینے ہوتے ہیں۔ ہجری کیلنڈر میں مہینہ ۲۹/ یا ۳۰/ دن کا ہوتا ہے، جبکہ عیسوی کیلنڈر میں سات مہینے ۳۱/ دن کے، چار ماہ ۳۰/ دن اور ایک ماہ ۲۸/ یا ۲۹/ دن کا ہوتا ہے۔ سورج اور چاند دونوں کا نظام اللہ ہی نے بنایا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں متعدد عبادتیں ہجری کیلنڈر سے مربوط ہیں۔ دونوں کیلنڈر میں ۱۰/ یا ۱۱/ روز کا فرق ہونے کی وجہ سے بعض مخصوص عبادتوں کا وقت ایک موسم سے دوسرے موسم میں تبدیل ہوتا رہتا ہے، یہ موسموں کی تبدیلی بھی اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔ ہمیں اس پر غور کرنا چاہئے کہ موسم کیسے تبدیل ہو جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس پر غور وخوض کرنے کی دعوت دینی چاہئے۔ ظاہر ہے کہ یہ صرف اور صرف اللہ کا حکم ہے جس نے متعدد موسم بنائے اور ہر موسم میں موسم کے اعتبار سے متعدد چیزیں بنائیں، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ”بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے باری باری آنے جانے میں اُن عقل والوں کے بڑی نشانیاں ہیں۔ جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہوئے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں، اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں، (اور انہیں دیکھ کر بول اٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار! آپ نے یہ سب کچھ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ آپ (ایسے فضول کام سے) پاک ہیں۔ پس دوزخ کے عذاب سے بچالیجئے۔“ (سورۃ آل عمران: ۱۹۰-۱۹۱)

ہم نئے ہجری سال کی آمد پر عزم مصمم کریں کہ زندگی کے جتنے ایام باقی بچے ہیں ان شاء اللہ اپنے مولا کو راضی رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ ابھی ہم بقید حیات ہیں اور موت کا فرشتہ ہماری جان نکالنے کے لئے کب آجائے، معلوم نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ امور سے قبل پانچ امور سے فائدہ اٹھایا جائے، بڑھاپہ آنے سے قبل جوانی سے، مرنے سے قبل زندگی سے، کام آنے سے قبل خالی وقت سے، غربت آنے سے قبل مال سے۔ بیماری سے قبل صحت سے۔ (مستدرک الحاکم ومصنف بن ابی شیبہ) اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کسی انسان کا قدم اللہ تعالیٰ کے سامنے سے ہٹ نہیں سکتا یہاں تک کہ وہ مذکورہ سوالات کا جواب دیدے: زندگی کہاں گزاری؟ جوانی کہاں لگائی؟ مال کہاں سے کمایا؟ یعنی حصولِ مال کے اسباب حلال تھے یا حرام، مال کہاں خرچ کیا؟ یعنی مال سے متعلق اللہ اور بندوں کے حقوق ادا کئے یا نہیں، علم پر کتنا عمل کیا؟

میرے عزیز بھائیو! ہمیں اپنی زندگی کا حساب اپنے خالق ومالک ورازق کو دینا ہے جو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، جو پوری کائنات کا پیدا کرنے والا اور پوری دنیا کے نظام کو تن تنہا چلا رہا ہے۔ ہمیں گزشتہ ۳۵۴/ دن کے چند اچھے دن اور کچھ تکلیف دہ لمحات یاد رہ گئے ہیں باقی ہم نے ۳۵۴/ دن اس طرح بھلا دئے کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ غرضیکہ ہماری قیمتی زندگی کے ۳۵۴/ دن ایسے ہو گئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ حالانکہ ہمیں ہجری سال کے اختتام پر یہ محاسبہ کرنا چاہئے کہ ہمارے نامہ اعمال میں کتنی نیکیاں اور کتنی برائیاں لکھی گئیں؟ کیا ہم نے امسال اپنے نامہ اعمال میں ایسے نیک اعمال درج کرائے کہ کل قیامت کے دن ان کو دیکھ کر ہم خوش ہوں اور جو ہمارے لئے دنیا وآخرت میں نفع بخش بنیں؟ یا ہماری غفلتوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے ایسے اعمال ہمارے نامہ اعمال میں درج ہو گئے جو ہماری دنیا وآخرت کی ناکامی کا ذریعہ بنیں گے؟ ہمیں اپنا محاسبہ کرنا ہوگا کہ امسال اللہ کی اطاعت میں بڑھوتری ہوئی یا کمی آئی؟ ہماری نمازیں، روزے اور صدقات وغیرہ صحیح طریقہ سے ادا ہوئے یا نہیں؟ ہماری نمازیں خشوع وخضوع کے ساتھ ادا ہوئیں یا پھر وہی طریقہ باقی رہا جو بچپن سے جاری ہے؟ روزوں کی وجہ سے ہمارے اندر اللہ کا خوف پیدا ہوا یا صرف صبح سے شام تک بھوکا رہنا؟ ہم نے یتیموں اور بیواؤں کا خیال رکھا یا نہیں؟ ہمارے معاملات میں تبدیلی آئی یا نہیں؟ ہمارے اخلاق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا نمونہ بنے یا نہیں؟ جو علم ہم نے حاصل کیا تھا وہ دوسروں کو پہنچایا یا نہیں؟ ہم نے اپنے بچوں کی ہمیشہ ہمیش کی زندگی میں کامیابی کے لئے کچھ اقدامات بھی کئے یا صرف ان کی دنیاوی تعلیم اور ان کو دنیاوی سہولیات فراہم کرنے کی ہی فکر کرتے رہے؟ ہم نے امسال انسانوں کو ایذائیں پہنچائی یا ان کی راحت رسانی کے انتظام کئے؟ ہم نے یتیموں اور بیواؤں کی مدد بھی کی یا صرف تماشہ دیکھتے رہے؟ ہم نے قرآن کریم کے ہمارے اوپر جو حقوق ہیں وہ ادا بھی کئے یا نہیں؟ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی یا نافرمانی؟ ہمارے پڑوسی ہماری تکلیفوں سے محفوظ رہے یا نہیں؟ ہم نے والدین، پڑوسی اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کئے یا نہیں؟

فیس بک کی غیر جانب داری پر سوال؛ فرقہ پرستوں سے قربت کا الزام

فیس بک ہندوستان میں سیاسی تنازعے میں گھر گیا ہے۔ امریکی اخبار ”وال سٹریٹ جرنل“ کے مطابق فیس بک نے آر ایس ایس اور نظریاتی طور پر اس کے قریب سمجھی جانے والی حکمراں جماعت بی جے پی کی مدد کی ہے۔ اب حزب اختلاف نے اس معاملے پر جارحانہ رخ اختیار کر رکھا ہے۔ گذشتہ ہفتے وال سٹریٹ جرنل میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں فیس بک کے کچھ موجودہ اور سابق ملازمین کے حوالے سے دعوی کیا گیا کہ اس سوشل میڈیا پلیٹ فارم نے بی جے پی قائدین اور کارکنوں کی نفرت انگیز پوسٹس اور فرقہ وارانہ مواد کو نظر انداز کیا ہے۔ خیال رہے کہ فیس بک کے پاس ہی واٹس ایپ اور انسٹاگرام کا بھی مالکانہ حق ہے۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ وال سٹریٹ جرنل کی جانب سے فیس بک پر لگائے جانے والے الزامات نے اس کے غیر جانبداری کے دعوؤں پر سوالات کھڑے کر دیے ہیں۔ ان الزامات کی وجہ سے فیس بک پر ۲۰۱۴ء اور ۲۰۱۹ء کی انتخابی مہم کے حوالے سے بھی شکوک وشبہات پیدا ہو گئے ہیں، ان دونوں انتخابات میں بی جے پی کو زبردست اکثریت حاصل ہو گئی تھی۔ سینیئر صحافی اور مصنف پرنجوئے گوہا ٹھاکرتا نے گذشتہ سال شائع ہونے والی اپنی کتاب میں بی جے پی اور فیس بک کے مابین تعلقات کا جائزہ لیا تھا، ٹھاکرتا کہتے ہیں کہ گذشتہ دو پارلیمانی انتخابات کے نتائج کو فیس بک اور واٹس ایپ نے بہت متاثر کیا ہے۔ انھوں نے بی بی سی کو بتایا کہ وال سٹریٹ جرنل کی کہانی نے انڈیا میں فیس بک کے کردار کے بارے میں صرف ان کی تحقیقات کی تصدیق کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: ”انڈیا میں فیس بک کے چالیس کروڑ صارفین اور ۹۰/ کروڑ رائے دہندگان ہیں، ملک میں انتخابات سے پہلے، اس کے بعد اور اس کے دوران اس پلیٹ فارم کے غلط استعمال کی اجازت دی۔ لوگوں نے کسے ووٹ دیا اور کیسے ووٹ ڈالا، یقینی طور پر ان کا بڑا اثر پڑا ہے۔ مختصر یہ کہ آج جس طرح سے فیس بک اور واٹس ایپ کام کر رہے ہیں اس سے نہ صرف انڈیا بلکہ پوری دنیا میں جمہوریت کے لیے خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ ناقدین کا کہنا ہے کہ فیس بک مختلف ممالک کے لیے مختلف رہنما اصول بناتا ہے۔ فیس بک دوسرے ممالک میں حکمران جماعتوں کے سامنے ہتھیار ڈالتا ہے، لیکن جہاں اس کا صدر مقام ہے، وہاں یعنی امریکہ میں وہ خود کو سیاست سے دور ظاہر کرتا ہے، یہ اس کا دوہرا رویہ ہے۔

کانگریس رہنما راہل گاندھی نے بھی مودی حکومت پر الزام لگایا ہے کہ وہ فیس بک اور واٹس ایپ کو کنٹرول کر رہی ہے۔ انھوں نے پارلیمنٹ کی مشترکہ کمیٹی سے اس کی تحقیقات کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ لیکن بی جے پی کے سینیئر رہنما اور مرکزی وزیر روی شنکر پرساد نے حکومت کا دفاع کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ فیس بک یا واٹس ایپ کو کنٹرول کرنے میں ان کی حکومت کا کوئی کردار نہیں ہے۔ پرساد نے ٹویٹ کیا اور کہا: ”وہ شکست خوردہ جو اپنی ہی پارٹی میں لوگوں کو متاثر نہیں کر سکتے ہیں، وہ یہ بیان دے رہے ہیں کہ بی جے پی اور آر ایس ایس پوری دنیا کو کنٹرول کرتی ہے۔“

ٹھاکرتا کو فیس بک اور بی جے پی حکومت کے مابین تعلقات کی خبروں پر کوئی حیرت نہیں۔ وہ کہتے ہیں: ”پچھلے سال جب میں نے فیس بک پر ایک کتاب لکھی اور اس سے اور وٹس ایپ کے ساتھ مودی سرکار کے قریبی تعلقات کی تفصیلات دی تو میڈیا نے اس کو نظر انداز کر دیا۔ اب جب کسی غیر ملکی اخبار نے یہ مسئلہ اٹھایا ہے تو میڈیا میں چستی پھرتی اور دلچسپی نظر آرہی ہے۔“ ٹھاکرتا نے بی بی سی کو بتایا کہ فیس بک اور مودی کی پارٹی بی جے پی کی دوستی بہت پرانی ہے، ۲۰۱۴ء میں مودی کو اقتدار میں لانے والے لوک سبھا انتخابات سے قبل دونوں کے مابین بہت اچھے تعلقات قائم ہو گئے تھے۔ وال سٹریٹ جرنل نے فیس بک کے ایک اعلی عہدیدار کے حوالے سے بتایا ہے کہ اگر اس پلیٹ فارم نے بی جے پی کارکنوں کے خلاف نفرت انگیز پوسٹس یا دوسرے قوانین کی خلاف ورزی پر اقدامات کیے ہوتے تو ملک میں کمپنی کے کاروباری امکانات کو زک پہنچتی۔ اس مضمون میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ فیس بک کا بی جے پی کی حمایت کرنے کا ایک ”تفصیلی پیٹرن“ ہے۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز میں نفرت انگیز اور پرتشدد مواد کے خلاف اندرونی طور پر رہنما اصول موجود ہیں اور وہ ان کے خلاف کارروائی بھی کرتے ہیں۔ لیکن اس معاملے میں وہ زیادہ تر صارفین پر ہی انحصار کرتے ہیں کہ وہ قواعد کی خلاف ورزی کے خلاف انھیں متنبہ کریں۔ **(بحوالہ بی بی سی لندن)**

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

ایران پر دوبارہ پابندی عائد کرنا چاہتے ہیں ٹرمپ

امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے کہا کہ وہ ایران پر دوبارہ سبھی پابندیوں کو نافذ کرنا چاہتے ہیں اور اقوام متحدہ سلامتی کونسل کو اس کی اطلاع دینے کے لیے وزیر خارجہ مائک پومپیو سے کہا گیا ہے۔ مسٹر ٹرمپ نے پریس کانفرنس میں کہا کہ آج میں وزیر خارجہ مائک پومپیو کو اقوام متحدہ میں یہ معلومات دینے کا حکم دے رہا ہوں کہ امریکہ ایران پر لگائی گئی تمام پابندیوں کو دوبارہ نافذ کرنا چاہتا ہے۔ مسٹر ٹرمپ نے کہا کہ وزیر خارجہ مائک پومپیو نیویارک جا کر سلامتی کونسل کو آگاہ کریں گے کہ امریکہ ایٹمی معاہدہ کو تسلیم کرنے والی کونسل کی تجویز پر ''سنیپ بیک'' طریقہ اختیار کر رہا ہے۔ دوسری جانب ایرانی حکام کا کہنا ہے کہ امریکہ کی اقوام متحدہ کی جانب سے ایران کے خلاف دوبارہ پابندیاں لگانے کی کوشش ناکام ہو جائے گی۔ ایرانی وزیرِ خارجہ جواد ظریف نے کہا ہے کہ امریکہ کے پاس کوئی حق نہیں ہے کہ وہ ایران کے خلاف اقوام متحدہ کی جانب سے دوبارہ پابندیوں لاگو کرنے کی کوشش کرے۔ (یو این آئی/ بی بی سی لندن)

ٹرمپ نے امریکہ-روس ایٹمی مذاکرات میں چین کے شامل ہونے کا مطالبہ ہٹایا

امریکہ کے صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے امریکہ-روس ایٹمی مذاکرات معاہدہ کو یقینی بنانے کے لیے جاری بات چیت میں چین کو شامل کرنے کا مطالبہ ہٹا دیا ہے۔ میڈیا آؤٹ لیٹ ایکسیوس نے امریکی اسلحہ کنٹرول سفیر مارشل بلنگسلیا کے حوالے سے یہ اطلاع دی۔ (یو این آئی)

اسرائیل، متحدہ عرب امارات کے معاہدے کے پیچھے فلسطینی شہری کے کردار پر مشرق وسطی میں غم و غصہ

خبر رساں ادارے اے ایف پی کی ایک رپورٹ کے مطابق متحدہ عرب امارات اور اسرائیل کے درمیان ہونے والے معاہدے کو، جسے تاریخی قرار دیا جا رہا ہے، ممکن بنانے میں کئی اہم بین الاقوامی شخصیات کے ساتھ فلسطینی تنظیم الفتح سے منحرف ہونے والے فلسطینی شہری محمد دہلان کا نام بھی لیا جا رہا ہے۔ اسرائیل کے وزیر اعظم بن یامین نتن یاہو نے امید کا اظہار کیا ہے کہ وہ اسی سال بہت جلد متحدہ عرب امارات کا دورہ کریں گے۔ اسرائیل کی ایک ویب سائٹ ٹائمز آف اسرائیل پر جمعہ کو شائع ہونے والی ایک خبر میں اسرائیل وزیر اعظم نتن یاہو کی طرف سے جلد متحدہ عرب امارات دورہ کرنے کی خواہش کے اظہار کی اطلاع دی گئی تھی۔ یاد رہے کہ متحدہ عرب امارات نے صرف ایک ہفتے قبل ہی اسرائیل سے معمول کے تعلقات استوار کرنے کا اعلان تھا۔ نتن یاہو نے کہا کہ ''امن ریاستِ اسرائیل کے لیے اچھا ہے، ہمارے لوگوں کے لیے بلکہ خطے کے تمام لوگوں کے لیے اچھا ہے۔'' اس ویب سائٹ کے مطابق یہوری برادری نے اسرائیل اور متحدہ عرب امارات کے درمیان ہونے والے اس معاہدے کو خوش آئند قرار دیا۔ دوسری طرف فلسطینی شہری کے اس معاہدہ میں مبینہ کردار پر مشرق وسطیٰ میں غم و غصہ پایا جا رہا ہے اور محمد دہلان نامی اس شخص کو فلسطین میں ایک غدار قرار دیا جا رہا ہے۔ محمد دہلان مشرق وسطیٰ میں اس وقت سب سے اہم اور طاقتور ترین شخص، متحدہ عرب امارات کے ولی عہد شیخ محمد بن زید النہیان کے مشیر کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ۵۸/سالہ محمد دہلان غزہ میں سیکیورٹی کے سربراہ تھے لیکن ۲۰۰۷ء میں جس وقت الفتح پارٹی کو حماس نے غزہ سے بے دخل کر دیا اس وقت انہوں نے اس تنظیم سے اپنی راہیں جدا کر لیں۔ (بی بی سی لندن)

فلسطین کے ساتھ امن قائم ہونے تک اسرائیل سے تعلقات ناممکن: سعودی عرب

سعودی عرب کے وزیر خارجہ شہزادہ فیصل بن فرحان السعود نے کہا ہے کہ فلسطینیوں کے ساتھ امن قائم ہونے تک اسرائیل سے تعلقات ممکن نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتے جب تک اسرائیل فلسطینیوں کے ساتھ بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ امن معاہدے پر دستخط نہیں کر دیتا۔ سعودی وزیر خارجہ فیصل بن فرحان السعود کا یہ بیان سعودی عرب کی جانب سے متحدہ عرب امارات اور اسرائیل کے درمیان امن معاہدے سے متعلق پہلا باضابطہ ردِعمل ہے۔ یاد رہے کہ گذشتہ ہفتے متحدہ عرب امارات اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کرنے والا پہلا خلیجی ملک بنا تھا۔ دونوں ممالک کے درمیان یہ امن معاہدہ امریکہ کی ثالثی کے ذریعے ہوا ہے اور صدر ٹرمپ نے ہی سب سے پہلے ٹویٹ کر کے اس کا اعلان کیا تھا۔ اس معاہدے کے بعد یہ امید ظاہر کی جا رہی تھی کہ سعودی عرب سمیت دیگر ممالک بھی اسرائیل کے ساتھ ایسے ہی معاہدے کریں گے۔ تاہم سعودی عرب نے مسئلہ فلسطین کے حل تک ایسے کسی بھی معاہدے کے امکان کو مسترد کر دیا ہے۔ دوسری جانب متحدہ عرب امارات کے وزیر مملکت برائے خارجہ امور انور قرقاش نے کہا ہے کہ دیگر کئی عرب ممالک بھی اسرائیل سے سفارتی قائم کرنے کے مختلف مراحل میں ہیں۔ (بی بی سی لندن)

لیبیا کے سمندر میں کشتی کا انجن پھٹنے سے ۴۵/تارکین وطن ہلاک

لیبیا کے قریب بحیرہ روم میں کشتی ڈوبنے سے ۴۵/تارکین وطن جاں بحق ہو گئے۔ غیر ملکی خبر رساں ادارے کے مطابق یہ واقعہ لیبیا کے ساحلی شہر زوارہ کے قریب پیش آیا جہاں سمندر میں کشتی کا انجن پھٹ گیا جس کے بعد کشتی سمندر میں ڈوب گئی۔ کشتی میں ۸۰/سے زائد افراد سوار تھے جو غیر قانونی طور پر یورپ جانے کی کوشش کر رہے تھے کہ یہ خوفناک حادثہ پیش آ گیا۔ واقعے میں ۴۵/تارکین وطن ڈوب گئے جب کہ مقامی مچھیروں نے ۳۷/افراد کو بچا لیا جنہیں حراست میں لے لیا گیا ہے۔ ہلاک شدگان میں ۵/بچے بھی شامل ہیں۔ تارکین وطن کا تعلق سینیگال، مالی، چاڈ اور گھانا سے تھا۔ اقوام متحدہ نے اسے سال کا بدترین واقعہ قرار دیا ہے۔ رواں سال لیبیا سے یورپ جانے کی کوشش میں اب تک سیکڑوں تارکین وطن سمندر کی لہروں کی نذر ہو چکے ہیں۔ جو بچ جاتے ہیں وہ انسانی اسمگلروں اور مسلح گروہوں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں جو انہیں غلام بنا لیتے ہیں۔ اس سال لیبیا اور تیونس سے سمندر کے ذریعے ۱۷/ہزار غیر قانونی تارکین وطن اٹلی اور مالٹا پہنچنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

بزنس، روزگار و کیریر

اردو ہندوستان کی مشترکہ وراثت: سنجے دھوترے

مرکزی وزیر مملکت برائے تعلیم سنجے دھوترے نے ایک میٹنگ کے دوران اردو کے تعلق سے اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ اردو ہمارے لئے نہ صرف ایک زبان ہے، بلکہ مشترکہ وراثت ہے، اس لئے اسے ملک کے تمام شہریوں تک پہنچانا چاہئے اور اس زبان کے فروغ اور ترقی کے لئے خاص طور پر جدید تکنیک کا استعمال کیا جانا چاہئے۔ دھوترے نے جمعہ کو نیشنل کونسل فار پروموشن آف اردو لینگویج گورننگ کونسل کی ۲۵/ویں سالانہ میٹنگ کی صدارت کرتے ہوئے یہ باتیں کہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے جو نئی تعلیمی پالیسی بنائی ہے اس میں اردو زبان کی ترقی کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے، کیونکہ اردو ہندستان کی ایسی زبان ہے جس کے بیشتر الفاظ ملک کی ہر زبان میں پائے جاتے ہیں اور خود اردو میں بھی ہندستان کی مختلف زبانوں کے الفاظ ملتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نئی تعلیمی پالیسی کے تحت آئین کے آٹھویں آرٹیکل میں درج اردو سمیت تمام زبانوں کی ترقی پر توجہ دی جائے گی اور اس مقصد سے اکادمیاں قائم کی جائیں گی۔ اس کے ساتھ ہی ان کی ترقی کے لئے مرکزی حکومت کی طرف سے خصوصی اقدامات کئے جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ نئی نسل کے درمیان زبان کو مقبول بنانے کی خاص طور پر ضرورت ہے۔ (یو این آئی)

قاضی شریعت حضرت مولانا محمد قاسم مظفرپوری سخت علیل، قارئین سے دعا کی درخواست : محمد شبلی القاسمی

امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم کی ہدایت پر امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کی معیت میں ایک وفد قاضی شریعت حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوری کی عیادت کے لیے یکم محرم الحرام ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۱/اگست ۲۰۲۰ء کی شام گلیکسی ہاسپٹل چاندنی چوک مظفر پور پہونچا، قاضی صاحب کافی دنوں سے بیمار چل رہے ہیں، امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم صاحب نے قاضی صاحب کی صحت کے تعلق سے مکمل جانکاری قاضی صاحب کے نواسے جناب مولانا تقی احمد سے لی اور اُنہیں تسلی دی حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کے دعائیہ کلمات اُن تک پہونچایا اور متعلقہ احباب کو بہتر علاج و معالجہ اور اچھے انداز میں دیکھ ریکھ کی ہدایت دی، مولانا نے کہا قاضی صاحب کی شخصیت اس وقت غنیمت اور اللہ کی بڑی نعمت ہیں، قاضی صاحب کا شمار ملک کے ممتاز علماء میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ سے لانبے عرصے تک مختلف علوم اسلامیہ کے ساتھ علم حدیث کی خدمت کا عظیم کام لیا، آپ امارت شرعیہ کے قاضی شریعت ہیں۔ قضاء میں آپ کا مقام بہت بلند ہے طویل عرصہ سے منصب قضاء پر فائز ہیں، امارت شرعیہ سے ان کی والہانہ عقیدت و محبت کا یہ عالم ہیکہ قائم مقام ناظم صاحب سے ان کے نواسے مولانا تقی احمد نے بتایا کہ قاضی صاحب بستر علالت پر مرض کی شدت میں بھی اپنے خاندان عزیز و اقارب کو اس بات کی ہدایت کرتے رہے کہ امارت شرعیہ پھلواری شریف اور اس کے اکابر سے تعلقات کو مضبوط رکھنا اور امارت شرعیہ سے محبت اور وابستگی میں کمی نہ آنے دینا، تمام لوگوں کو قاضی صاحب کی صحت کے لیے دعاء کرنی چاہیے، اس وقت قاضی صاحب کی صحت کی صورت حال بہت ہی نازک ہے، بظاہر دعا ہی ایک سہارا ہے، وفد میں امارت شرعیہ کے نائب ناظم جناب مولانا مفتی سہراب ندوی، جناب مولانا مفتی وصی احمد قاسمی نائب قاضی شریعت امارت شرعیہ پٹنہ جناب مولانا مفتی سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ، مولانا محمد نصیر الدین مظاہری دفتر نظامت امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ اور مظفر پور امارت شرعیہ کمیٹی کے ضلعی ذمہ دار حافظ صبغت اللہ رحمانی موجود تھے۔

بہار میں مدرسوں کی اعلیٰ تعلیم کے نام پر ہو رہا ہے مذاق

آپ نے شاید کہیں نہیں سنا ہوگا کہ جس ادارہ میں اعلیٰ تعلیم کا انتظام ہو اس ادارہ میں اسے پڑھانے والا ایک بھی ٹیچر بحال نہیں ہو۔ جی ہاں یہ نظارہ بہار کے عالم اور فاضل کے مدرسوں کا ہے۔ ریاست میں ایک سو اٹھارہ عالم اور فاضل کے مدرسہ ہیں جہاں ہزاروں طلبہ زیر تعلیم ہیں لیکن ان طلبہ کو پڑھانے کے نام پر حکومت کی جانب سے ایک بھی ٹیچر کو بحال نہیں کیا گیا ہے۔ بغیر ٹیچروں کی بحالی کے ریاست میں عالم اور فاضل کے مدرسے چل رہے ہیں اور وہاں طلبہ پڑھ بھی رہے ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ بغیر پڑھے طلبہ مولانا مظہر الحق یونیورسٹی کے زیر اہتمام امتحان دیتے ہیں اور یونیورسٹی طلبہ کو ڈگری تقسیم کرتی ہے۔ یہ مدرسوں کی اعلیٰ تعلیم کے نام پر بھونڈا مذاق کیا جا رہا ہے۔ (بحوالہ نیوز-۱۸)

ماہ محرم کا چاند نظر آیا؛ یوم عاشورہ ۳۰/اگست کو

حضرت مولانا عبد الجلیل قاسمی قاضی شریعت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے اعلان کیا ہے کہ ۲۹/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۰/اگست ۲۰۲۰ روز جمعرات کو پھلواری شریف اور اس کے مضافات میں محرم الحرام کا چاند عام طور پر دیکھا گیا، ملک کے کئی دیگر مقامات میں بھی عام رویت ہوئی۔ اس لیے مورخہ ۲۱/اگست ۲۰۲۰ء روز جمعہ کو محرم الحرام ۱۴۴۲ھ کی پہلی تاریخ قرار پائی۔ اور اس اعتبار سے یوم عاشورہ ۳۰/اگست ۲۰۲۰ء روز اتوار کو ہوگا۔ تمام مسلمانوں کو امارت شرعیہ کے ترجمان ہفتہ وار نقیب کی جانب سے اسلامی نیا سال ۱۴۴۲ھ بہت بہت مبارک ہو۔ (ادارہ نقیب)

اعلان برائے وظیفہ بیوگان محتاجان

امارت شرعیہ سے ہر سال بیوگان محتاجان کو ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے، ہر سال محرم الحرام کے مہینے میں ان وظائف کی تجدید ہوتی ہے، جس کے لیے دفتر نظامت میں درخواست دینی پڑتی ہے، سال ۱۴۴۲ھ میں وظیفہ حاصل کرنے کی خواہش مند تمام قدیم و جدید بیوگان محتاجان کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دفتر نظامت امارت شرعیہ سے فارم برائے وظیفہ حاصل کر لیں اور اس کو پُر کر کے اپنے آدھار کارڈ اور بینک پاس بک کے پہلے صفحہ (جس میں اکاؤنٹ نمبر، نام اور آئی ایف سی کوڈ صاف صاف تحریر ہو) کی فوٹو کاپی لگا کر ۳۰/محرم ۱۴۴۲ھ تک جمع کر دیں۔ فارم پر اپنے علاقہ کے نقیب/نائب نقیب اور قاضی شریعت سے ضرور تصدیق کرا لیں۔

طب وسائنس

منفی خیالات آپ کو بیمار کرسکتے ہیں

عافیہ مقبول جہانگیر

مدتوں سے یہ کہا جا رہا ہے کہ ایک صحت مند جسم ہی صحت مند ذہن کا ضامن ہوسکتا ہے۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ یہ خیال بھی کسی حد تک بدلتا جا رہا ہے۔ آج کل تقریباً ہر اچھا معالج مریض کا علاج شروع کرنے سے پہلے اس کی ذہنی کیفیات کا اندازہ ضرور لگاتا ہے اور مختلف سوالات پوچھ کر اس کی تکلیف کا بہتر تعین کرسکتا ہے۔ کیونکہ آج کل بیشتر بیماریاں انسان کی ذہنی کیفیات، جذباتی کشمکش اور معاشرتی ناہمواریوں کی وجہ سے جنم لے رہی ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ یہ ذہنی کیفیات بھی معاشرتی اور سماجی ناہمواریوں کے باعث پیدا ہورہی ہیں۔ ایک ماہر ڈاکٹر کے اندازے کے مطابق کسی بھی معالج کے مطب میں آنے والے مریضوں میں ۷۵ فی صد ایسے ہوتے ہیں جن کی بیماری کی وجوہات ان کی ذہنی کیفیات اور جذباتی اتار چڑھاؤ سے منسلک ہوتی ہیں اور کوئی معالج ان کو اس وقت تک صحت مند نہیں کرسکتا جب تک مریض کی ذہنی کیفیات یا جذبات کو نارمل نہ کیا جائے۔ بالکل اسی طرح صحت مند جذبات اور ہموار ذہنی کیفیات انسان کو جسمانی طور پر تندرست وتوانا رکھنے میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اگر مریض خود اپنی قوت ارادی سے اپنی جذباتی کیفیت کو منفی رخ پر چلنے سے روک سکے، تو وہ جلد ہی صحت مند جسم کے ساتھ زندگی کا صحیح لطف اٹھانے کے قابل ہوسکتا ہے۔ امید، محبت، یقین اور مثبت سوچ نامعلوم طریقے سے جسمانی نظام میں ایسی تبدیلیاں لاتے ہیں جو صحت منداور نارمل زندگی کے لیے بہت ضروری ہیں۔ ایسے ہی احساس جرم، غصہ، تلخی اور مایوسی کئی بیماریوں کی جڑ ہیں۔ ایک مشہور مغربی معالج ورنوم کوسمین کا کہنا ہے کہ ''دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جو انسانی جسم پر اس کے ذہن سے زیادہ اثرات مرتب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔'' آپ جس طریقے سے سوچتے ہیں اور اپنی زندگی کے مسائل، دباؤ، تناؤ اور پریشانیوں کو جس طرح اپنی شخصیت پر وارد کرتے ہیں۔ اسی کا منفی یا مثبت اثر واضح طور پر آپ کے دل، دماغ، نظام تنفس، نظام ہضم اور نظام دوران خون کے علاوہ جسم کے ہر حصے پر مرتب ہوتا ہے۔ گویا آپ کی سوچ ہی ان بے زبان اعضا کو مصیبت میں مبتلا کرسکتی ہے یا مصیبت سے نکال سکتی ہے۔ یہ آپ کے ذہن کی کیفیت ہی ہے جو آپ کی بیماری کی نوعیت کا تعین کرتی اور طے کرتی ہے کہ آپ کو کتنا عرصہ زندہ رہنا ہے۔

مردوں کی نسبت عورتیں زیادہ جذباتی واقع ہوئی ہیں۔ اس لیے جذباتی دباؤ سے پیدا ہونے والی بیماریوں کا شکار بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ جن میں میگرین یعنی درد شقیقہ، جلدی بیماریاں یعنی الرجی، دھپڑ، خراشیں اور چھائیاں وغیرہ۔ اس کے علاوہ دمہ اور ناقابل بیان قسم کی تھکاوٹ بھی شامل ہیں۔

لہٰذا یہ واضح طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اگر آپ صحت کے ساتھ زندہ رہنا چاہتے ہیں، تو اپنے جذبات پر قابو پانا سیکھیے۔ اس حقیقت کی مزید وضاحت کے لیے اسپتالوں میں ایک بیماری کے مختلف مریضوں کی صحت یابی کی رفتار دیکھ کر کرسکتے ہیں۔ مثلاً ایک ہی وارڈ میں ایک ہی بیماری میں مبتلا افراد کی صحت یابی کی رفتار مختلف کیوں ہوتی ہے؟ اگر ہم ان کے اردگرد نظر دوڑائیں ان کے ملاقاتیوں اور دیکھ بھال کرنے والے افراد کا جائزہ لیں، تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مریض دوسروں سے محبت کرتے ہیں یا دوسرے ان سے محبت کرنے کے لیے موجود ہوتے ہیں۔ ان میں صحت یابی کی امنگ اور خواہش ہوتی ہے جو انھیں جلد صحت یابی کا راستہ دکھا دیتی ہے۔ مثلاً ہمارے مشاہدے میں ایک بیوہ اور تنہا رہنے والی خاتون مسز خان کی مثال ہے جو دس برس سے اپنے فلیٹ میں تنہا رہ رہی تھیں۔ ان کی ایک بیٹی اور بیٹا بیرون ملک اپنے اپنے گھروں میں ہنسی خوشی رہ رہے تھے۔ جن کی طرف سے کبھی کبھار کوئی فون، خط یا کسی آنے جانے والے کے ہاتھ چھوٹا موٹا تحفہ آجاتا تھا۔ انھیں اچانک ایک شام دل کا دورہ پڑا۔ قریبی ہمسائے انھیں اسپتال لے گئے اور جتنی خدمت اور دل جوئی کرسکتے تھے کرتے رہے۔ ان کے بچوں کو بھی اطلاع کردی گئی، لیکن مسز خان اپنی صحت اور زندگی کی طرف سے انتہائی بددلی کا شکار تھیں ان کا رویہ انتہائی مایوس کن اور پژمردہ تھا کہ اچانک ان کے بیٹے کا فون آگیا اس نے کہا ''ممی ہم چاہتے ہیں کہ اب کچھ عرصہ آپ ہمارے پاس آکر رہیں۔ بچے اپنی دادی جان سے کہانیاں سننے کے بہت شوقین ہیں اور آپ کی بہو تو کہہ رہی تھی کہ ممی کو اب ہمیں بھی خدمت کا موقع دینا چاہیے۔ وہ آجائیں گی، تو گھر میں خوب رونق ہوگی اور ان کی دعاؤں سے ہمارے گھر میں خیروبرکت آجائے گی۔ میں آپ کو ٹکٹ بھیج رہا ہوں، آپ جلدی سے سفر کے قابل ہوجایئے۔'' فون سننے کے بعد مسز خان کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور ڈاکٹروں نے دیکھا کہ ان کی صحت میں اچانک بہتری آنی شروع ہوگئی اور وہ جو سر اٹھاتے ہوئے بھی نڈھال ہوکر ٹھنڈی آہیں بھرتی تھیں اب چار دن کے بعد اٹھ کر اپنا سامان پیک کرنے کی سوچ رہی تھیں۔ یقیناً ان معمر خاتون کی صحت مندی میں ان کی جذباتی کیفیت کا دخل تھا۔ جس دل میں پہلے تنہائی ڈپریشن اور بلاضرورت جینے کی سوچ سمائی ہوئی تھی اب چاہے جانے اور محبت کی سرشاری سے پُر تھا۔ لہٰذا وہ اتنی حیران کن حد تک جلد روبصحت ہوئیں کہ ان کے معالج حیران رہ گئے۔

بالکل اسی طرح ازدواجی زندگی کا کسی بھی وجہ سے اچانک خاتمہ بھی ذہنی کیفیات کو تباہ کن حد تک متاثر کرتا ہے جو آخر بیماری پر منتج ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ایک لڑکی جذباتی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوکر ڈپریشن میں چلی جائے گی، تو دوسری غضب ناک حد تک ذہنی مریضہ لگے گی۔ تیسری شرمندگی اور تنہائی میں کھو کر صحت خراب کرے گی، تو چوتھی کی بھوک اڑ جائے گی یا ''انسومنیا'' کا شکار ہوجائے گی۔ اور ہوسکتا ہے انہی حالات میں کسی عورت کو کچھ بھی نہ ہو اور وہ پہلے سے زیادہ صحت مند اور خوش باش ہوجائے۔ یہ سب ذہنی سوچ کی سمت کا فرق ہے کہ کون کس طرح سوچتا ہے۔ کسی بھی منفی تبدیلی کو کس طرح قبول کرکے چیلنج کا سامنا کرتا ہے۔

ماہرین طب کے مطابق منفی جذبات انسانی دماغ کے اس حصے پر اثر انداز ہوتے ہیں جو ہارمونز کی افزائش کو کنٹرول کرتا ہے جس کی وجہ سے منفی جذبات حساس لوگوں میں صحت کے سنگین مسائل پیدا کرسکتے ہیں۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اکثر امتحانات سے پہلے ''اینگزائٹی'' کی وجہ سے بیمار پڑ جاتے ہیں۔ جن میں بخار، سردرد اور متلی نمایاں طور پر دیکھنے میں آتی ہے۔ قصہ مختصر ہم کسی بھی مریض کی بیماری کا جائزہ لیں، تو اس کی بیماری کے پیچھے جذباتی یا ذہنی کیفیات کا عمل دخل نظر آئے گا۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اگر آپ ایگزیما، بلڈ پریشر، دمہ یا آدھے سر کے درد میں مبتلا ہیں، تو پوری غیر جانبداری سے اپنے جذبات اور ذہنی کیفیات کا جائزہ لیں اور جب آپ اپنے اندر چھپے چور کو پکڑ لیں، تو اپنی زندگی، صحت اور سلامتی کی خاطر صحت مند سرگرمیوں سے اس پر قابو پائیں اور دواؤں کا سہارا چھوڑ کر عبادات، مذہبی لٹریچر، ورزش، ہلکی پھلکی سیر اور اچھے دوستوں سے اپنے اندر ہمت اور مثبت سوچ کو مضبوط کرنے کی کوشش کریں۔

هفتۂ رفتہ

القلم اکیڈمی دوحہ قطر کی عالمی سیرت النبی کانفرنس

عالم اسلام کے موجودہ حالات میں اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے القلم اکیڈمی دوحہ قطر نے ۶/اگست تا ۴/ستمبر ۲۰۲۰ء پہلی آن لائن عالمی سیرت النبی کانفرنس کا انعقاد کررہی ہے، عالمی سیرت کانفرنس کمیٹی کے مطابق اس سلسلے کے پانچویں روز کے پانچویں اجلاس کا آغاز امارت شرعیہ کے نائب ناظم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی کی زیر صدارت رات سوا نو بجے ۲۰/اگست بروز جمعرات شیخ محمد الیاس مدنی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، کانفرنس میں پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کا محاضرہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی'' پر پہلے سے طے تھا، یہ محاضرہ انتہائی وقیع تھا، جس میں پروفیسر صاحب کے مطالعہ کی گہرائی اور گیرائی کو محسوس کیا جاسکتا تھا، صدارتی خطاب کیے لئے منتظمین نے ''مظلوموں کی حمایت اسوۃ رسول کی روشنی میں متعین کیا تھا، چنانچہ مفتی صاحب کا صدارتی خطاب اسی موضوع پر ہوا، مفتی صاحب نے اپنے خطاب میں ظلم کی تعریف اور اس کے اقسام بیان کرنے کے بعد سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مظلوموں کی حمایت کے نبوی طریقہ کار پر روشنی ڈالی، اس سلسلے میں انہوں نے حلف الفضول اور میثاق مدینہ کا خصوصیت سے تذکرہ کیا، مفتی صاحب نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالم ومظلوم دونوں کی مدد کرنے کی بات کہی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ظالم کو ظلم سے باز رکھا جائے اور مظلوموں کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوا جائے، رات کے پونے گیارہ بجے عالمی سیرت النبی کانفرنس کا یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

ماسک نہ پہننے والوں پر ریاستی حکومت سخت

گھر سے نکلتے وقت ماسک لگانا نہ بھولیں، بغیر ماسک کے نکلنے پر آپ کو جرمانہ دینا پڑسکتا ہے، بہار پولیس کی خاص نظر ایسے لوگوں پر ہے جو ماسک کے بغیر نکلتے ہیں۔ محض ۱۷/دنوں میں ہی ۸۷ ہزار سے زائد لوگوں سے ماسک نہیں پہننے پر لاکھوں روپے کا جرمانہ وصولا گیا ہے۔ پولیس ہیڈ کوارٹر کے مطابق ۱/ سے ۱۷/اگست کے بیچ ماسک نہیں پہننے والے 87217 لوگوں پر جرمانہ کیا گیا ہے۔ ماسک کا استعمال نہیں کرنے والوں کے خلاف آگے بھی مہم جاری رہے گی، کورونا کے بڑھتے معاملہ کو روکنے کے لئے بہار حکومت نے ماسک پہننا ضروری قرار دیا ہے۔ کوئی بھی شخص بغیر ماسک کے باہر جاتا ہے تو اس سے 50 روپے جرمانہ وصولا جائے گا۔ کورونا متاثرین کے بیچ گاڑیوں کی آمد ورفت کو لے کر بھی کئی طرح کی پابندیاں لگائی گئی ہیں۔ قانون کی لاپرواہی کرنے والے، گاڑی چلانے والوں کے خلاف بھی پولیس نے

راشد العزیزی ندوی

کارروائی کی ہے۔ ۱/ سے ۱۷/اگست کے بیچ 11475 گاڑیاں ضبط کئے گئے ہیں، وہیں قانون کو طاق پر رکھ کر گاڑیاں چلانے والوں پر ہزاروں روپے سے زیادہ کا جرمانہ کیا گیا ہے۔ (سماج نیوز سروس)

کنٹریکٹ اساتذہ کی تنخواہوں میں 15 فیصد اضافے کا اعلان

حکومت نے کنٹریکٹ اساتذہ کو پروموشن دینے کا فیصلہ کیا ہے، کنٹریکٹ اساتذہ کی اہلیت کی بنیاد پر انہیں اوپری کلاسوں کے لئے خالی پچاس فیصد عہدوں پر پروموشین دی جائے گی۔ کنٹریکٹ اساتذہ کو پرنسپل بننے کا راستہ بھی کلیئر ہوگیا ہے۔ اس کے تحت مڈل اسکول میں نصف آسامیوں پر تعلیم یافتہ پرائمری ملازم اساتذہ کی ترقی دی جائے گی، انہیں ہیڈ ماسٹر بھی بنایا جائے گا۔ مڈل کنٹریکٹ اساتذہ کو بھی میرٹ کی بنیاد پر ترقی دی جائے گی، اور ہائی اسکولوں میں خالی عہدوں پر ترقی دی جائے گی۔ اسی طرح میرٹ کی بنیاد پر ہائی اسکول کے اساتذہ کو پرنسپل کے عہدے پر اور اساتذہ کی خالی آسامیوں پر تقرری کا موقع ملے گا، محکمہ مالیات ان کی تنخواہوں میں ایڈجسٹمنٹ کے حوالے سے الگ فیصلہ کرے گا۔ حکومت اساتذہ کو پے پروٹکشن دے گی۔ خواتین اساتذہ کو اب 180 دن کی زچگی کی چھٹی ملے گی۔ اب تک انہیں 135 دن کی زچگی کی چھٹی مل رہی تھی، مرد اساتذہ کو بھی باپ بننے پر 15 دنوں کی چھٹی ملی گی۔ حکومت نے انوکمپا کی بنیاد پر کنٹریکٹ اساتذہ کے وارث کی تقرری کا مطالبہ کرنے پر بھی اتفاق کیا ہے۔ اب ان کے اہل خانہ کو ایسے معاملے میں میرٹ کی بنیاد پر درجہ تین اور چار کے عہدوں پر بحالی ہوسکے گی۔ حکومت اس کے لئے نئی پوسٹس تشکیل دے گی۔ ان عہدوں میں سے پچپن فیصد کنٹریکٹ اساتذہ کے وارثین کے لئے انوکمپا کی بنیاد پر نوکری کے لئے محفوظ رکھے گی۔ (نیوز ایجنسی)

سرکاری ملازمت کے لئے قومی بھرتی ایجنسی کی تشکیل

حکومت نے نان گزیٹیڈ عہدوں اور قومی بینک کی ملازمتوں کے لئے بھرتی کے عمل میں اصلاح کرتے ہوئے قومی بھرتی ایجنسی (این آر اے) کی تشکیل کرنے کا فیصلہ کیا ہے، جو ان نوکریوں کے لئے مشترکہ داخلہ امتحانات کا انعقاد کرے گی- اس سے متعلق تجویز کو مرکزی کابینہ کے اجلاس میں منظور کیا گیا۔ مرکزی وزیر برائے عملہ اور پنشن امور، ڈاکٹر جتیندر سنگھ نے اجلاس کے بعد ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ بھرتی کے عمل میں اصلاح نوجوانوں کے لئے نعمت ثابت ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ روزگار کے خواہاں امیدواروں کی سہولت کے لئے حکومت نے روزگار کے میدان میں انقلابی اور تاریخی اصلاحات کی ہیں۔ اس سے بھرتی، انتخاب کا عمل اور تقرری کا عمل انتہائی آسان ہوجائے گا۔ انہوں نے کہا کہ اس سے خاص طور پر نچلے طبقے کے امیدواروں کو فائدہ ہوگا۔ (یو این آئی ۱۹/اگست)

اکابر کے عرفانی ارشادات

یہ اکابر ملت اور بزرگان دین کے عرفانی ارشادات ہیں جو چند دینی کتابوں کے مطالعہ کے دوران اپنے ذوق کے مطابق منتخب کئے ہیں، درحقیقت یہ جواہر پارے موثر انداز کے ہیں، امید کرتا ہوں کہ ارباب ذوق اس کو پسند فرمائیں گے اور عملی زندگی کو نکھاریں گے۔ (مولانا محمد ارشد اعظمی)

(۱) شیخ ابوالحسن شاذلی قدس اللہ روحہ کے ’’حزب‘‘ میں لکھا ہوا ہے کہ:۔
’’اے پروردگار عالم، بندہ کے ذکر الٰہی اور اطاعت خداوندی کے وقت جتنا آپ اس بندہ کو یاد فرماتے ہیں اس سے کہیں زیادہ غفلت و معصیت کی حالت میں اس گنہگار بندہ کو یاد فرمایئے، کیونکہ اس کیفیت میں یا اللہ آپ کی رہنمائی اور یاد فرمائی کی اس سیہ کار کو زیادہ حاجت ہے تاکہ غفلت و معصیت کے ورطہ سے نکل کر آپ کی تسبیح خوانی اور فرماں برداری میں لگ جائے، اس لئے کہ کرامت و رحمت کے مستحق تو درحقیقت تیرے گنہگار بندے ہی ہیں۔ (اشعۃ اللمعات ص۲۹۳، ج۲)

(۲) حضرت دیوان عبدالرشید عثمانی جونپوریؒ (صاحب خانقاہ رشیدیہ جونپور) جب اپنے مرشد طریقت رہبر شریعت حضرت شاہ طیب فاروقی بنارسیؒ سے بیعت ہوئے تو صحبت شیخ میں رہنے کے لئے بیتاب و بے قرار ہو گئے، جون پور میں درس و تدریس کا کام ترک کرکے شاہ طیبؒ کی خانقاہ شریعت آباد میں قیام کرنے کی اجازت مانگی، شاہ محمد یٰسین بنارسیؒ لکھتے ہیں کہ:۔
شاہ طیب بنارسیؒ نے اس پیش کردہ حقیقت کو پسند نہیں فرمایا اور چند روز اپنے پاس رکھ کر آخرکار دیوان صاحبؒ کو جونپور رخصت فرما دیا اور درس و تدریس پر بہت تاکید فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ صبح کے وقت اوراد و وظائف کے بجائے دوستوں کو درس دیں کیونکہ یہ بھی عبادت ہے، چنانچہ دیوان صاحبؒ نے تعمیل حکم فرمائی۔ (مناقب العارفین)

(۳) ایک مرتبہ خلیفہ بغداد نے بہلول دانآؒ سے یہ بات کہی کہ آؤ میں تمہاری ہر روز کی روزی مقرر کردوں تاکہ تمہارا دل اس سے متعلق نہ رہے۔ بہلول داناؒ نے جواب دیا کہ اگر تمہارے اندر چند عیب نہ ہوتے تو میں ایسا کرتا۔ ایک تو یہ کہ تو نہیں جانتا ہے مجھے کیا دینا چاہئے؟ دوسرے تجھے یہ نہیں معلوم مجھے کب دینا چاہئے؟ تیسرے تجھے یہ نہیں معلوم مجھے کتنا دینا چاہئے؟
اور اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ کی راہ سے مجھے روزی پہنچاتا ہے اور وہ سب باتیں جانتا ہے اور رزق کا کفیل ہے، پھر یہ کہ تو اگر غصہ ہوگا تو میری روزی بند کردے گا، لیکن بلندی اور پستی کا خدا گناہ کے سبب سے میری روزی بند نہیں کرتا (بقول شیخ سعدیؒ)

ولیکن خداوند بالا وپست
بعصیاں در رزق برکس نہ بست

(تفسیر قادری ترجمہ تفسیر حسینی ص۵۴۲ ج۲)

(۴) حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی نور اللہ مرقدہ سے عالمگیری عہد کے بڑے بڑے علماء کرام کے علاوہ اس دور کے بعض امراء بھی آپ کے ارادتمندوں میں تھے، چنانچہ نواب مکرم خاں مجددیؒ حضرت خواجہ سرہندی ہی کے مرید و معتقد تھے اور سب کچھ ترک کرکے سرہند میں آگئے تھے، عالمگیری دور میں نواب صاحبؒ لاہور کے گورنر تھے، جب خدمت شیخ میں مستقل قیام پذیر ہو گئے تو ایک بار عالم گیرؒ تشریف لائے تو نواب مکرمؒ سے ان کی عمر دریافت فرمائی، نواب صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ میری عمر چالیس سال ہے، عالمگیرؒ یہ سنکر مسکرائے، نواب مکرم خاںؒ نے عرض کیا تعجب کی کوئی بات نہیں ہے، میں جتنی مدت اپنے پیر و مرشدؒ کی خدمت اقدس میں رہا ہوں میری چار سال اصلی عمر ہے، باقی تو وبال آخرت ہے۔ (خزینۃ الاصفیاء ۶۶۵ ج۱)

(۵) امام ابن جوزی نے لکھا ہے کہ اجماع امت اس پر ہے کہ آیت وسیجنبھا الاتقی الخ (عنقریب بچالیگا اس کو سب سے زیادہ پرہیزگار) حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان میں نازل ہوئی تو اس موقعہ پر ایک نکتہ سن لینا چاہئے! آیت بالا میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو اتقیٰ (سب سے زیادہ پرہیزگار) فرمایا، ایک دوسری آیت ہے ان اکرمکم عنداللہ اتقکم (بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے) ان دونوں آیتوں کے مفہوم سے منطق کی شکل اول بنی (وہ اس طرح)
ابوبکر اتقکم، وکل اتقکم اکرمکم، فابوبکر اکرمکم
(یعنی ابوبکرؓ سب سے زیادہ پرہیزگار ہیں اور سب سے زیادہ پرہیزگار سب سے زیادہ بزرگ ہے، لہذا ابوبکرؓ سب سے زیادہ بزرگ ہیں۔ (سیرۃ الصدیقؓ ۸۵)

(۶) حضرت ابراہیم بن ادھمؒ فرماتے ہیں کہ:۔ خدائے تعالیٰ کے ساتھ نیت کی سچائی کا نام اخلاص ہے، اور فرمایا کہ جو شخص اپنا دل تین مقام پر حاضر نہ پاوے سمجھ جاوے دروازہ اس پر بند ہے۔ ایک تو قرآن پڑھنے کے وقت میں۔ دوسرے خدا کے ذکر کرنے کے وقت میں۔ اور تیسرے نماز پڑھنے کے وقت میں۔ (تذکرۃ الاولیاء اردو ص۱۱۳)

(۷) حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ رقمطراز ہیں:۔
امراض کے شکار سبھی ہوتے ہیں، نیک ہوں یا بد، اور کیسے کیسے امراض کیسی کیسی بیماریاں، کتابوں میں پڑھئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی جن سے بالاتفاق لوگوں نے لکھا ہے کہ ملائکہ مصافحہ کیا کرتے تھے اور سلام کیا کرتے تھے، نام ان کا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ تھا، بصرہ کے دینی علوم کے ایک بڑے اہم سرچشموں میں شمار ہوتے ہیں، وہاں کے قاضی بھی تھے لیکن مہینے دو مہینے نہیں (بلکہ علامہ) ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ: **سقی بطنہ فبقی ثلاثین سنۃ علی سریر مثقوب** (ص۲۸۲) شکمی استسقاء کے مرض میں مبتلاء تھے اسی لئے ۳۰/ سال تک ایسے کھاٹ پر رہے جو بیچ سے کاٹ دیا گیا تھا۔

علامہ الذہبیؒ نے لکھا ہے کہ ان کو بواسیر کا بھی مرض تھا (تذکرۃ الحفاظ) غالباً خونی بواسیر تھی، خون بہتا رہتا تھا، ان کے حال کا اندازہ اسی سے ہوتا ہے کہ ان کے خاص شاگرد مطرف نے ان سے کہا کہ ’’آپ جس حال میں رہتے ہیں مجھ سے دیکھا نہیں جاتا، اسی لئے عیادت و مزاج پرسی کی ہمت بہت کم ہوتی ہے‘‘ مگر باوجود ان تمام باتوں کے انہیں مطرف اپنے شاگرد سے ’’خود حضرت عمرانؓ فرماتے تھے‘‘ میاں ایسا نہ کیا کرو! میرے یہ حال خود مجھے بھی محبوب ہے، اور میرے مالک کو بھی پسند ہے۔ (صفوۃ الصفوۃ ص۲۸۳ ج۱)

صحابہؓ کے دیکھنے والوں میں ایک بڑے نامی بزرگ ابوقلابہ نامی گذرے ہیں، علم حدیث کے اساطین میں شمار ہوتے ہیں، حکومت قاضی بننے پر اصرار کرتی لیکن اس عہدے کے قبول کرنے سے عمر بھر گریز ہی کرتے رہے، غیر معمولی فضائل و کمالات سے معمور تھے۔
آخر عمر میں بیمار پڑے اس کا تو علم نہ ہوسکا کہ مرض کیا تھا، لیکن علامہ الذہبی کا بیان ہے۔ **مات بعرش مصر سنۃ اربع ومائۃ وقد ذھبت یداہ ورجلاہ وبصرہ وھو مع ذلک حد شاکر** (ص ۸۹)
عرش (علاقہ مصر) میں آپ کی وفات ہوئی، ۱۰۴ھ میں آپ کے دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں غائب ہو چکے تھے اور بینائی بھی جاتی رہی تھی، مگر اس حال میں بھی وہ خدا کے شکر گذار تھے۔
ابن سعید میں لکھا ہے کہ ابوقلابہ کی مزاج پرسی کو عمر بن عبدالعزیز خلیفہ اور ابوالعالیہ جیسے اکابر آتے تھے ان کو اس حال میں دیکھتے تھے تو کہتے ’’ابوقلابہ! پامردی سے کام لو، ارباب نفاق (اخلاص والوں) پر ہنسنے کا موقع نہ دینا‘‘ اسی کی طرف علامہ الذہبی نے اشارہ کیا ہے کہ ہاتھوں، ٹانگوں، آنکھوں سبھی کو کھو دینے کے بعد بھی وہ اپنے مالک مولیٰ تعالیٰ جل مجدہ کا شکر ہی ادا کرتے رہے، اور اسی کی حمد کا گیت گاتے رہے، رحمہم اللہ تعالیٰ (الفرقان لکھنو دسمبر ۱۹۵۳ء)

(۸) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے ہم کو نماز کا حکم دیا ہے، اور بظاہر نماز میں بڑی مشقت ہے، کیونکہ اس میں پوری پابندی ہے اور قلب کو پابندی ہی گراں ہے، کیونکہ اس کی تو شان یہ ہے ’’**انھم فی کل واد یھیمون**‘‘ بے شک وہ لوگ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں۔ یہ (قلب) تو یوں چاہتا ہے کہ بھاگا بھاگا پھرے، قلب کا نماز میں پابند ہو جانا بہت دشوار ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ قلب اگر پابند نہ ہو تو نماز ہی نہ پڑھو یا وہ نماز ہی بیکار ہے، ہرگز نہیں، بلکہ پڑھتے رہو اور قلب کو پابند کرنے کی کوشش کرو۔ بعض اہل حال نے اس وجہ سے کہ جماعت میں یکسوئی نہیں ہوتی جماعت کی نماز ہی چھوڑ دی تھی یا اس لئے کہ امام کے قلب میں یکسوئی نہیں ہوتی ایسے امام کے ساتھ نماز پڑھنا ترک کر دیا تھا، مگر یہ غلطی ہے۔ اس کے متعلق ایک حکایت ہے کہ: امام غزالیؒ کے بھائی احمد غزالیؒ جو صاحب حال زیادہ تھے اور امام صاحبؒ صاحب علوم زیادہ ہیں، جماعت کی نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ تنہا پڑھتے تھے، امام صاحبؒ نے والدہ سے شکایت کی کہ احمد میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتا، جماعت ترک کرتا ہے، والدہ نے ان کو جماعت کی تاکید کی تو وہ نماز میں آئے، اس زمانہ میں امام غزالیؒ فقہ کی کوئی کتاب لکھ رہے تھے اور کتاب الحیض تک پہونچے تھے، نماز میں ان کو کتاب الحیض کے کسی مسئلہ پر خیال آگیا اور اس کو سوچتے رہے، ان کے بھائی صاحبؒ نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور تنہا نماز پڑھ کر چلے آئے۔ امام غزالیؒ نے والدہ سے شکایت کی کہ آج تو انہوں نے بہت سخت حرکت کی کہ شرکت کرکے پھر جماعت سے الگ ہو گئے، والدہ نے اس کا سبب پوچھا؟ تو کہا کہ ان سے (امام غزالیؒ) سے پوچھئے اگر کسی کا کپڑا خون آلود ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟ کہا نہیں! کہا اور دل کا درجہ کپڑے سے زیادہ ہے، جب کپڑوں کا خون سے پاک ہونا شرط ہے تو دل کا پاک ہونا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے، اور تم نماز کے اندر حیض کے مسائل سوچ رہے تھے، تمہارا دل خون آلود تھا اس لئے میں نے علیحدہ نماز پڑھی۔ والدہ نے کہا: احمد! تمہارا دل بھی اس دھبہ سے محفوظ نہیں رہا، تم نے ان کے دل پر توجہ کیوں کی؟ تم کو چاہئے تھا کہ اپنے شغل میں لگے رہتے، والدہ دونوں سے زیادہ عارف تھیں، کیسا عجیب فیصلہ کیا۔
غرض بعض اہل حال اس ’’مشقت حضور‘‘ کو دیکھ کر نماز ہی چھوڑ دیتے ہیں کہ بدون ’’حضور‘‘ نماز نہیں اور حضور ممکن نہیں، مگر یہ سخت غلطی ہے۔ میں نے (حضرت تھانویؒ نے) اس کا رد کیا ہے اور کہا ہے ’’ایں چنیں تسبیح ہم دارد اثر‘‘ (واعظ التیسیر للتبسیر ص۱۷۰ تا ۱۷۱)

بقیہ پروفیسر فیضان اللہ فاروقی......

دارالعلوم مئو چھوڑنے کے بعد پروفیسر صاحب سے میری ملاقات نہیں ہوئی تھی، میرے دوست محمد اشرف خاں (جو جامعہ ملیہ کے فائن آرٹ سے منسلک ہیں) نے دہلی کے ایک سفر کے دوران بتایا کہ پروفیسر فیضان اللہ فاروقی یہیں قریب میں رہتے ہیں، وقت لے کر میں ان کے در دولت پر حاضر ہوا، اور بچپن کی ملاقات کا ذکر کیا تو سب کچھ انہیں یاد آ گیا، پرانے اوراق الٹنے لگے، تذکرہ مولانا فیض الرحمٰن صاحب کا بھی آیا جو میرے قطبی کے استاذ اور پروفیسر صاحب کے ماموں زاد بھائی ہیں، بعد میں عربک پرشین بورڈ الٰہ آباد کے رجسٹرار بھی ہو گئے تھے، بات نکلی تو دور تک چلی، انہوں نے ضیافت اور خاطر داری بھی خوب کی، پھر وہاں سے چلا آیا، بات کئی سال پرانی ہوگئی، پھر دوبارہ ملنا نہیں ہوا، لیکن ان کی یاد دل میں تازہ تھی اور مولانا حسین احمد صاحب ناصری سے مجلسی گفتگو میں ان کا ذکر آتا رہتا تھا، پھر معلوم ہوا کہ انہوں نے دنیا سے رخت سفر باندھ لیا، جو آیا ہے اسے جانا ہی ہے، لیکن جب کسی بافیض شخصیت کے اٹھنے کی خبر ملتی ہے تو دل بے چین ہو جاتا ہے، مارچ سے اب تک کتنے ذی علم لوگ چلے گئے، حدیث میں قرب قیامت کی نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ علم یعنی صاحب علم اٹھ جائیں گے، اتنی کثرت سے علماء کا رخصت ہونا یہی بتا رہا ہے کہ قیامت قریب ہے، جانے والے کے لیے دعائے مغفرت، پس ماندگان کے لئے صبر جمیل کے ساتھ اپنے اعمال کی فکر بھی کرتے رہیے، پتہ نہیں کب بلاوا آ جائے؟

ملی سر گرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

۵/اگست ۲۰۲۰ء ملت اسلامیہ ہندیہ کے لئے یقیناً ایک بڑا صبر آزما اور مایوس کن دن تھا، جب تمام ثبوتوں کے باوجود حقیت سے محروم مسلمان بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر کے لئے بھومی پوجن کا منظر دیکھ رہے تھے، لیکن عین اسی دن امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے ایک ایسا جرأت مندانہ، دلیرانہ اور حوصلہ افزاء بیان سامنے آیا جس کو پڑھ کر اور سن کر نہ صرف خوف و مایوسی کا احساس ختم ہو جاتا ہے بلکہ دل و دماغ میں حوصلہ اور امید کی نئی کرنیں بھی جاگ اٹھتی ہیں، اس شمارہ کے ذریعہ ذیل کے سطروں میں قارئین نقیب تک وہ تاریخی بیان پہونچایا جا رہا ہے، اس بیان کو ۵/اگست کی تاریخ اور اس دن ہونے والے بھومی پوجن کی تقریب کو سامنے رکھ کر پڑھا جائے (ادارہ)

بابری مسجد، مسجد تھی اور ہمیشہ مسجد ہی رہے گی

غاصبانہ قبضہ سے حقیت ختم نہیں ہوتی، سپریم کورٹ نے انصاف کو شرمسار کیا ہے

آج جب کہ بابری مسجد کے مقام پر ایک مندر کی بنیاد رکھی جا رہی ہے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اپنے دیرینہ موقف کو دہرانا ضروری سمجھتا ہے کہ ''شریعت کی روشنی میں جہاں ایک بار مسجد قائم ہو جاتی ہے وہ تا قیامت مسجد رہتی ہے۔'' لہذا بابری مسجد کل بھی مسجد تھی، آج بھی مسجد ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی مسجد رہے گی۔ مسجد میں مورتیاں رکھ دینے سے، پوجا پاٹ شروع کر دینے سے یا ایک لمبے عرصہ تک نماز پر روک لگا دینے سے مسجد کی حیثیت ختم نہیں ہو جاتی۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب امیر شریعت بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ نے اپنے ایک پریس بیان میں کہا ہے کہ ہمارا ہمیشہ سے یہ موقف رہا ہے کہ بابری مسجد کسی مندر یا کسی ہندو عبادت گاہ کو توڑ کر نہیں بنائی گئی، الحمد اللہ سپریم کورٹ نے اپنے فیصلہ (نومبر ۲۰۱۹) میں ہمارے اس موقف کی تصدیق کر دی ہے۔ سپریم کورٹ نے یہ بھی کہا ہے کہ بابری مسجد کے نیچے کھدائی میں جو آثار ملے وہ ۱۲ویں صدی کی کسی عمارت کے تھے بابری مسجد کی تعمیر سے چار سو سال قبل لہذا کسی مندر کو توڑ کر مسجد نہیں بنائی گئی۔ سپریم کورٹ نے صاف طور پر کہا کہ بابری مسجد میں ۲۲ دسمبر ۱۹۴۹ء کی رات تک نماز ہوتی رہی ہے، سپریم کورٹ کا یہ بھی ماننا ہے کہ ۲۲ دسمبر ۱۹۴۹ء میں مورتیوں کا رکھا جانا ایک غیر قانونی اور ایک غیر دستوری عمل تھا، سپریم کورٹ یہ بھی مانتا ہے کہ ۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کی شہادت ایک غیر قانونی اور غیر دستوری اور مجرمانہ فعل تھا، افسوس کہ ان تمام واضح حقائق کو تسلیم کرنے کے باوجود کورٹ نے ایک انتہائی غیر منصفانہ فیصلہ دیا، مسجد کی زمین ان لوگوں کے حوالہ کر دی جنہوں نے مجرمانہ طریقہ پر اس میں مورتیاں رکھیں اور اس کی شہادت کے مرتکب ہوئے۔ بورڈ کے جنرل سکریٹری نے آگے کہا چونکہ عدالت عظمیٰ ملک کی اعلیٰ ترین عدالت ہے، لہذا اس کے حتمی فیصلہ کو تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے تاہم ہم یہ ضرور کہیں گے کہ یہ ایک ظالمانہ اور غیر منصفانہ فیصلہ ہے جو اکثریتی زعم میں دیا گیا۔ سپریم کورٹ نے ۹/نومبر ۲۰۱۹ء کو فیصلہ ضرور دیا ہے مگر انصاف کو شرمسار کیا ہے، الحمد للہ ہندوستانی مسلمانوں کے نمائندہ اجتماعی پلیٹ فارم آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور دیگر فریقوں نے بھی عدالتی لڑائی میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا ہے، یہاں یہ بھی کہنا ضروری ہے کہ ہندتوا عناصر کی یہ پوری تحریک ظلم، جبر، دھونس، دھاندلی، کذب اور افترا پر مبنی تحریک تھی، یہ سراسر ایک سیاسی تحریک تھی جس کا مذہب یا مذہبی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں تھا، جھوٹ اور ظلم پر مبنی عمارت کبھی بھی پائیدار نہیں ہوتی۔ جنرل سکریٹری صاحب نے اپنے بیان میں آگے کہا کہ حالات چاہے جتنے خراب ہوں حوصلہ نہیں ہارنا چاہئے اور اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہئے، مخالف حالات میں جینے کا مزاج بنانا چاہئے، حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے ''وتلک الایام نداولھا بین الناس'' (یہ تو زمانہ کے نشیب و فراز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں) لہذا ہمیں نہ تو مایوس ہونا ہے اور نہ حالات کے آگے سپر ڈالنا ہے، ہمارے سامنے استنبول کی آیا صوفیاء مسجد کی مثال اس آیت کی منہ بولتی تصویر ہے، میں مسلمانان ہند سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ سپریم کورٹ کے فیصلہ اور مسجد کی زمین پر مندر تعمیر سے ہرگز دلبرداشتہ نہ ہوں، ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے توحید کا عالمی مرکز اور اللہ کا گھر خانہ کعبہ ایک لمبے عرصہ تک شرک و بت پرستی کا مرکز بنا رہا، بالآخر فتح مکہ کے بعد پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دوبارہ مرکز توحید بنا، انشاء اللہ ہمیں پوری توقع ہے کہ صرف بابری مسجد ہی نہیں یہ پورا چمن نغمہ توحید سے معمور ہوگا، ہماری ذمہ داری ہے کہ ایسے نازک موقعہ پر اپنی غلطیوں سے توبہ کریں، اخلاق و کردار کو سنواریں، گھر اور سماج کو دیندار بنائیں اور پورے حوصلہ کے ساتھ مخالف حالات میں آگے بڑھنے کا فیصلہ کریں۔ (آفس مسلم پرسنل لا بورڈ)

بہار کے ہائی اسکولوں میں اردو کی لازمیت ختم نہ کی جائے: مولانا محمد شبلی القاسمی

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اپنے ایک پریس ریلیز میں کہا ہے کہ ریاست بہار کے ہائی اسکولوں سے اردو کی لازمیت کو ختم کر کے اس کو اختیاری مضمون کے خانے میں ڈال دینا، اسکولوں سے اردو کو ختم کرنے کی ایک منظّم سازش ہے۔ اس سے نہ صرف اردو کو نقصان ہوگا، بلکہ اردو آبادی کے لیے روزگار کے سنہرے مواقع بھی ختم ہو جائیں گے۔ واضح ہو کہ حکومت بہار نے اپنے مکتوب نمبر 799 11/niyojan 02-01/2019 مورخہ 15 مئی 2020 کے ذریعہ ہائی اسکولوں میں اساتذہ کی تعداد میں کمی کی ہے۔ پہلے ہائی اسکولوں میں اساتذہ کی منظور شدہ تعداد 1+8 (8 اساتذہ 1 پرنسپل، جہاں فزیکل ایجوکیشن منظور نہیں ہے) اور 1+9 (9 اساتذہ 1 پرنسپل جہاں فزیکل ایجوکیشن منظور ہے) تھی۔ اس کو کم کر کے اب حکومت نے اساتذہ کی حد 8 سے گھٹا کر 6 کر دی ہے۔ چھ اساتذہ کی درجہ بندی اس طرح ہے، ہندی، انگریزی، ریاضی، سائنس، سوشل سائنس اور سکینڈ لینگویج یعنی دوسری زبان۔ دوسری زبان میں اردو، سنسکرت، بنگلہ وغیرہ زبانیں شامل ہیں۔ حکومت نے اپنی اس ترمیم کی وجہ یہ بتائی ہے کہ چونکہ اب ہائی اسکول صرف نویں اور دسویں تک محدود ہو گیا ہے، اس لیے اساتذہ کی تعداد کم کرنا ضروری تھا۔ لیکن اردو داں حلقوں میں حکومت بہار کے اس اقدام سے بے چینی پائی جا رہی ہے اور اس کو ہائی اسکولوں سے اردو کی لازمیت کو ختم کرنے کی سازش کے طور پر دیکھا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں محبین اردو اور سماجی و ملی تنظیموں کی طرف سے مسلسل آواز اٹھائی جا رہی ہے۔

قائم مقام ناظم صاحب نے حکومت بہار کے اس اقدام پر گہرے تشویش کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے اردو اور فارسی کے اساتذہ اسکول، کالج و یونیورسٹی میں ہوتے تھے، اسکولوں سے فارسی کو کنارہ لگا دیا گیا اور اب اردو کا نمبر آ گیا، لیکن حکومت نے نہایت چالاکی سے اردو کو لازمی مضامین سے ہٹا کر اس کو دیگر زبانوں کے خانے میں ڈال دیا ہے۔ یہ ریاست کی دوسری سرکاری زبان کے ساتھ بہت ہی غیر منصفانہ سلوک ہے۔ سرکاری افسران اور محکمہ تعلیم کا اردو کے ساتھ جو سوتیلا رویہ ہے وہ سب کے سامنے ہے، ایسے میں اردو کو لازمی مضامین کے خانے سے ختم کرنا اس کو ہائی اسکولوں سے یکسر نکال دینے کے مترادف ہے۔ کیوں کہ اب جب اساتذہ کی تقرری ہوگی تو اردو، بنگلہ اور سنسکرت میں سے کسی ایک ہی زبان کے لیے استاذ کی تقرری ہوگی، اس لیے کہ دیگر زبان کے لیے ایک ہی استاذ کی تقرری کا ضابطہ ہے۔ ایسے میں جب کہ اردو کے خاتمے کے لیے پورا حکومتی نظام سرگرم عمل ہے تو اردو استاذ کی تقرری کی امید کیسے کی جا سکتی ہے۔

مولانا موصوف نے حکومت سے پرزور مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح پہلے اردو کو مستقل مضمون کی حیثیت حاصل تھی اس کو دوبارہ بحال کیا جائے اور اساتذہ کی تقرری اس کے اعتبار سے کی جائے۔ اردو ریاست کی دوسری سرکاری زبان ہے، اس اعتبار سے اس کا حق ہے کہ اس کو لازمی مضمون کا درجہ دیا جائے نہ کہ اس کو اختیاری مضامین کے خانے میں ڈال کر اس کے وجود پر ہی سوالیہ نشان لگا دیا جائے۔ مولانا نے اردو سے محبت کرنے والوں اور تمام ملی و سماجی اداروں سے اپیل کی ہے کہ وہ اردو کے حق کی بازیابی کے لیے آواز اٹھائیں اور مضبوط طریقہ سے حکومت سے مطالبہ کریں کہ اردو کو اس کا حق دیا جائے اور اس کے ساتھ سوتیلا سلوک بند کیا جائے، نیز اس نئے ضابطے کو فوری طور پر واپس لیا جائے۔

فرقہ پرستوں کی طرف سے جگہ جگہ فرقہ وارانہ فساد برپا کرنے کی کوشش

امارت شرعیہ کے بروقت اقدامات سے شر پسندوں کے منصوبے ناکام

اس وقت جب کہ ملک نہایت نازک دور سے گذر رہا ہے، کورونا جیسی وبائی بیماری کے اثرات سے ہر طرف خوف و بے چینی پھیلی ہوئی ہے، ایسی مشکل گھڑی میں بھی فرقہ پرستوں اور شر پسندوں کی نفرت انگیزی اور شر پسندی کم ہونے کا نام نہیں لیتی، بلکہ ہر آئے دن کہیں نہ کہیں فرقہ پرست طاقتوں کے ذریعہ سماجی ہم آہنگی کو نقصان پہونچانے اور فرقہ وارانہ فساد کی آگ بھڑکانے کی کوشش جاری ہے، لاک ڈاؤن کے باوجود کھلے عام مختلف ناموں پر جلوس نکال کر حالات کو بگاڑنے اور مسلمانوں کی جان و مال کو نقصان پہونچانے کی منصوبہ بند سعی ہو رہی ہے، عید الاضحیٰ، رام مندر بھومی پوجن اور جنم اشٹمی کے موقع سے خاص طور پر جس طرح کے حالات پیدا کیے گئے، اس نے ریاست بہار میں اقلیتوں کی جان و مال کے تحفظ کے تعلق سے بڑے اہم سوالات کھڑے کر دیے ہیں، صرف گزشتہ چند دنوں میں درجنوں مسلم آبادیوں کے اندر فرقہ واریت کی آگ بھڑکائی گئی، مسلمانوں کو زد و کوب کیا گیا، مسجدوں پر بھگوا جھنڈا لگا کر مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکانے کی کوشش کی گئی اور ان کی جان و مال پر جارحانہ حملے ہوئے، اللہ تعالیٰ برکت دے امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی مدظلہ کی عمر و صحت میں جن کی انگلیاں ہمیشہ نبض حالات پر رہتی ہیں اور جن کی نگرانی میں امارت شرعیہ کے ذمہ داران پوری ذمہ داری کے ساتھ ملت کی نگہبانی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، حضرت والا کی بروقت ہدایات اور قائم مقام ناظم امارت شرعیہ محترم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کے بروقت اقدامات سے بحمد اللہ حکومت اور انتظامیہ نے پوری مستعدی اور ذمہ داری کے ساتھ حالات کو کنٹرول کیا، امن و امان بحال کرنے کی کوشش کی، ہر ممکن شر پسندوں کو لگام دیا، اور حالات کو پر امن بنائے رکھنے کے لیے امارت شرعیہ کی تجویز پر امن کمیٹیاں تشکیل دینے کا سلسلہ شروع کیا، ۳/اگست کو سیتامڑھی کے بوکھرا بلاک میں واقع بندھ پورا گاؤں میں فرقہ پرستوں نے ایک جم غفیر کے ذریعہ آبادی پر حملہ کی کوشش کی، ۵/اگست کو ضلع سیتامڑھی ہی کے سید پور بلاک میں واقع مادھو پور سلطان پور میں بھومی پوجن کی کامیابی کا جلوس اس انداز میں نکالا گیا اور ایسی زہر افشانی کی گئی کہ حالات نے فساد کی شکل اختیار کر لی، ۵/اگست ہی کو ضلع جموئی کی کھیرا بلاک میں واقع بکار گاؤں میں جلوس نکال کر حالات کو فرقہ وارانہ رنگ دیا گیا، ۶/اگست کو ضلع مشرقی چمپارن کے چکیا بلاک میں واقع اہرولیا گاؤں میں غیر مسلم لڑکوں نے مسجد پر زبردستی بھگوا جھنڈا لگایا اور مخالفت کرنے والوں کو بے تحاشہ زد و کوب کیا، ۱۳/اگست کو ضلع مظفر پور میں واقع مصراولیا گاؤں میں جنم اشٹمی کا جلوس نکالا گیا، مسلمانوں کو گالیاں دی گئیں، اور چند ہی گھنٹوں میں فساد کی شکل پیدا کر دی گئی، ۱۳/اگست ہی کو جالے دربھنگہ کے قریب مسلم آبادی سے جنم اشٹمی کا جلوس لے جانے کے نام پر فساد کی بھیانک شکل پیدا کی گئی، دو عالم دین اور ایک خاتون کو راستہ میں روک کر زد و کوب کیا گیا، دیکھتے ہی دیکھتے حالات نے خوفناک شکل اختیار کر لی، ۱۸/اگست کو کیوٹی دربھنگہ کے برہی گاؤں میں دونوں فرقوں کے درمیان حالات کشیدہ ہو گئے، کوشش کر کے معاملہ کو کنٹرول میں لانے کی کوشش کی گئی؛ لیکن ۲۰/اگست کو معاملہ پھر بگڑ گیا، فرقہ پرستوں کی بڑی تعداد مختلف علاقوں سے آ کر مسلم آبادی کے قریب جمع ہونے لگی اور ایک بار پھر حالات کو سنگین سے سنگین تر بنا دیا گیا، ۱۹/اگست کو ضلع جموئی کے رانی پورہ جھاجھا میں ایک غیر مسلم خاتون کے جھوٹے بیان پر حالات میں غیر معمولی کشیدگی پیدا ہو گئی، ان جیسے حالات کی جیسے ہی اطلاع امارت شرعیہ کو ملی امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم محترم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے حکومت کے اعلیٰ ذمہ داران اور انتظامیہ کے افسران سے بروقت رابطہ کر کے حالات کو فوراً کنٹرول کرنے کی طرف متوجہ کیا اور پوری فکر مندی کے ساتھ اس وقت تک انتظامیہ کے رابطہ میں رہے جب تک کہ حالات کنٹرول میں نہیں آ گئے، مذکورہ آبادیوں کے مسلمانوں کو امارت شرعیہ کے بروقت اقدامات سے جو عافیت اور تقویت ملی اس کا اظہار ان حضرات نے جن لفظوں میں کیا ہے وہ قابل شکر بھی ہے اور قابل قدر بھی، اس سلسلہ میں حکومت اور انتظامیہ نے بھی جو چستی دکھائی وہ بھی لائق قدر ہے۔

Volume:60/70,Issue:29-33 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

گاہے گاہے کی ملاقات ہی اچھی ہے امیرؔ
قدر کھو دیتا ہے ہر روز کا آنا جانا
(امیر مینائی)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

مایوسی مسلمان کی شان نہیں

نثار احمد حصیر القاسمی

اپنے وطن عزیز ہندوستان میں آج مسلمانوں کو حکمراں طبقہ اور اس سے وابستہ انتہا پسند تنظیموں کی جانب سے عجیب وغریب صورتحال کا سامنا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے حکمراں طاقت کے نشہ میں ہوش وحواس کھو چکے اور سمجھ بیٹھے ہیں کہ ان کا اقتدار لازوال ہے، اس وقت ان کی منطق وہی ہے جو قوم عاد کی تھی، وہ اس زعم اور غرور میں مبتلا تھے کہ ”من اشد منا قوۃ“ مجھ سے زیادہ طاقتور کون ہوسکتا ہے، میں تو دنیا کی سب سے طاقتور قوم ہوں ”بھلا مجھے کون مغلوب کرسکتا ہے؟“ اس منطق وغلط فہمی کے تحت ہمارے آر ایس ایس کے پروردہ حکمراں نہ صرف مسلمانوں پر ہر طرح کے مظالم روا رکھے ہوئے ہیں بلکہ ہندوستان کے اصل باشندے دلتوں کو بھی نشانہ بنا کر تختہ مشق بنائے ہوئے اور ان کی زندگی اجیرن کئے ہوئے ہیں۔ اب تک ان کے مظالم جسمانی اذیت پہنچانے، ذہنی ٹارچر کرنے، بے گناہوں کو سلاخوں کے پیچھے زندگی گذارنے پر مجبور کرنے، نوجوانوں کا قتل عام کرنے، تعلیم سے انہیں دور رکھنے، ان کا انکاؤنٹر کے نام پر اپنے جذبہ انتقام کو ٹھنڈا کرنے، گائے اور رام مندر جیسے مسائل کے نام پر ظلم وستم ڈھانے اور دوسرے نمبر کا شہری بنانے تک محدود تھا، مگر اب انہیں اپنے دین وایمان سے بے دخل کرنے اور انہیں ملک بدر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور سارے دستوری وقانونی حقوق کو حرف غلط کی طرح مٹانے کیلئے قوانین بنائے جارہے ہیں، ان کا منظّم منصوبہ ہے کہ مسلمان اپنے ملک میں یا تو اکثریتی طبقہ میں جذب ہوکر زندگی گذاریں یا اپنے وجود وشہریت سے ہاتھ دھولیں، آج ایک طرف طلاق ثلاثہ، حلالہ، تعدد ازدواج اور اس طرح کے شرعی قوانین کو تبدیل کرکے اور مسلمانوں کو اپنے عائلی قوانین پر عمل کرنے اور اسلامی ہدایات کے مطابق نکاح وطلاق کے معاملات طے کرنے سے روکا جارہا ہے اور دوسری طرف انہیں دھمکی دی جارہی ہے کہ وہ اگر اپنے مذہبی قوانین کو عزیز جانتے اور ملک کے اکثریتی عائلی قوانین کو اپنے اوپر نافذ کئے جانے سے انکار کرتے ہیں، تو وہ ملک چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں، مسلمان ہی نہیں بلکہ جو بھی آج حکمرانوں کے طرز عمل اور ان کے مذہبی جنون اور انتظامی نااہلی کیخلاف آواز بلند کرتا ہے غدار اور قوم وملک کا دشمن قرار دیکر انہیں عقوبت خانوں میں پہنچا دیا جاتا ہے اور اکثریتی طبقہ کے منو واد قاتلوں، سفاکوں، دہشت گردوں اور انتہا پسندوں کو کھلی آزادی ہے کہ وہ جہاں اور جس طرح چاہیں قانون اپنے ہاتھ میں لیکر دستور کی دھجیاں اڑائیں، آج حکمرانوں کی سرپرستی میں ان کی تنظیم کے سیوک زمین میں فساد وبگاڑ برپا کرانے ابنائے وطن کے درمیان گہری کھائی اور طویل خلیج پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کررہے ہیں تاکہ ملک کے اصل باشندے دلت اور مسلمان آپس میں لڑتے رہیں اور باہر سے اس ملک میں آکر اس پر حکمرانی کرنے والے اونچی ذات کے سیاست داں حکمرانی کرتے رہیں، آج ہمارے حکمراں طاقت ووسائل اور اسلام دشمن عالمی طاقتوں کی حمایت وتائید کے نشہ میں مدہوش اور کبر ونخوت میں اس قدر اکڑے ہوئے ہیں کہ ان میں خیر وشر اور ملک کے صلاح وفساد کی تمیز تک باقی نہیں رہی اور نہ یہاں کی تہذیب وروایات کا پاس ولحاظ رہا ہے، ان کا ایک ہی نظریہ ہے کہ ہمارے پاس طاقت ہے، ہمیں مغرب کی پشت پناہی حاصل ہے؛ اس لئے ہم جو چاہیں کرسکتے ہیں، ہم سے بھلا کون باز پرس کرسکتا ہے؟ یہی بات قوم عاد نے کہی تھی جسے تباہی وبربادی اور عذاب کا سامنا کرنا پڑا اور وہ نیست ونابود کردیئے گئے۔ ”اور عاد نے بے وجہ زمین میں سرکشی شروع کردی اور کہنے لگے کہ ہم سے زور آور کون ہے؟ کیا انہیں یہ نظر نہ آیا کہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے بہت ہی زیادہ زور آور ہے، وہ آخر تک ہماری آیتوں کا انکار ہی کرتے رہے۔“ (سورہ فصلت آیت ۱۰)

اس کبر ونخوت اور غرور واکڑ کا نتیجہ کیا ہوا، خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بالآخر ہم نے ان پر ایک تیز وتند آندھی منحوس دنوں میں بھیج دی کہ انہیں دنیاوی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزہ چکھا دیں، اور (یقین مانو کہ) آخرت کا عذاب اس سے بہت زیادہ رسوائی والا ہے اور وہ مدد نہیں کئے جائیں گے۔ (سورہ فصلت: آیت ۱۶)

اللہ کے اس کلام میں غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کا ایک مقرر کردہ نظام ہے کہ جو اس طرح کے کبر وغرور میں مبتلا ہوتا اور اپنے ناقابل تسخیر عظیم طاقت ہونے کا دعویٰ کرتا اور دوسروں کو للکار کر ظلم وستم اور بدامنی ولاقانونیت کا دروازہ کھولتا ہے اس کا انجام دیر ہو یا سویر ہلاکت وبربادی ہے۔ آج پورے ہندوستان میں مذہبی جذبات کو بھڑکا کر، برادران وطن کے درمیان پھوٹ ڈال کر اور مسلمانوں کے خلاف قوانین وضع کرکے ایک سنگین صورتحال پیدا کردی گئی اور خانہ جنگی وانتشار کی فضاء قائم کرکے سیاسی روٹی سینکنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ہمارے حکمرانوں کو مکمل اعتماد ہے کہ مغرب ہمارے پشت پر ہے اور اسرائیل ہمارا مشیر ہے، ہمارے پاس دولت وطاقت کی کمی نہیں، ملکی بساط ہو یا بین الاقوامی پلیٹ فارم ہماری آواز سنی جانے والی اور ملک کے مظلوموں کی آواز حلق سے باہر نہیں آسکتی اور نہ اس کا کوئی پرسان حال ہے، اس لئے ہمارا کوئی بال بیکا نہیں کرسکتا، مگر ایمان سے عاری ہونے کی وجہ سے وہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ قوم عاد وثمود اور فرعون ان سے زیادہ طاقتور اور زیادہ ہتھیار ولاؤ لشکر والے تھے مگر ان کا انجام کیا ہوا؟ ہامان وقارون کا حشر کیسا ہوا؟ تاریخ گواہ ہے کہ اس وقت سے آج تک جس نے بھی اپنی طاقت کے نشہ میں بدمست ہوکر بے گناہوں پر مظالم ڈھائے وہ زیادہ دنوں نہیں رہ سکے ایک نہ ایک دن ان کے مظالم کی داستان ختم ہوئی اور وہی ان کیلئے تباہی وبربادی کا سبب بنا؛ آج نہ ہٹلر باقی ہے نہ سوویت یونین اپنا اتحاد باقی رکھ سکا، ظالموں کے حشر وانجام سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں؛ بطور عبرت میں اس جگہ صرف ایک واقعہ ذکر کردینا مناسب سمجھتا ہوں۔

اس وطن عزیز کے اندر شاہ عالم ثانی نے اپنے محسن نجیب الدولہ کے بیٹے ضابطہ خان کے غوث گڑھ پر حملہ کرکے اسے تباہ وبرباد کردیا اور ضابطہ خان کی بیوی بچوں کو قیدی بنالیا، ضابطہ خان کے بیٹے غلام قادر روہیلہ کو زنانہ لباس پہنا کر وہ اپنے سامنے رقص کروایا کرتا تھا، شاہ عالم بھول گیا کہ یہ اس شخص کا پوتا ہے جس نے مصیبت کے وقت اس کی مدد کی تھی، حالات بدلے اور چند سالوں بعد ہی غلام قادر دہلی پر قابض ہوگیا اور اپنی اور اپنے خاندان کی بے عزتی کا انتقام اس طرح لیا کہ سب شہزادیوں کو سرعام نچوایا اور شاہ عالم کو زبردستی یہ منظر دکھلایا تاکہ اسے اپنی پچھلی حرکتیں یاد آئیں، کل شاہ عالم غلام قادر کو نسوانی لباس پہنا کر نچوا رہا تھا اور آج اسکے خاندان کے شہزادے اور شہزادیاں اس کے سامنے ناچ رہے تھے، غلام قادر نے شاہ عالم کی آنکھ بھی نکال لی تھی مگر اس کے بعد ہی اس کی مدد کے لیے مرہٹوں کی فوج سندھیا کی قیادت میں دہلی میں داخل ہوگئی۔ غلام قادر کے سارے وفادار اس کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے، وہ پکڑا گیا اور اسکی آنکھ، کان، ناک اور زندہ حالت میں اس کے جسم کے گوشت چھیل کر اتارے گئے۔

شاہ عالم نے دوسروں پر مظالم ڈھائے اور خود اپنے محسن کے بیٹے پوتوں پر ظلم کیا، اسے اس کے ظلم کی سزا اسی دنیا میں مل گئی، غلام قادر نے شاہ عالم اور اس کے خاندان والوں پر مظالم ڈھائے تو اسے بھی اس کا بدلہ اسی دنیا میں مل گیا، راجیو گاندھی نے بابری مسجد کے تالے کھلوا کر شیلا نیاس اور پوجا کی اجازت دے کر مسجد شہید کرنے اور اس کے ملبے پر مندر تعمیر کرنے کی راہ ہموار کی اور مسلمانوں کے ساتھ ظلم وناانصافی کی، اس کے انجام سے ہم سب واقف ہیں۔ یہ تاریخی حقائق ہیں تصوراتی خاکے اور خیالی کہانیاں نہیں ہیں، جب بھی کسی کی جانب سے کسی پر ظلم کی انتہاء کردی جاتی ہے تو حالات کروٹ لیتے ہیں اور ظالموں کو انجام بد سے دوچار ضرور ہونا پڑتا ہے۔ آج ساری دنیا میں مسلمانوں پر ظلم ڈھائے جارہے ہیں، مغرب پرست حکمراں ان کے اشاروں پر مسلمانوں کا جینا حرام کئے ہوئے ہیں اور ان کی راحت وسکون کو چھینے ہوئے ہیں، مسلمان سخت آزمائش کے دور سے گذر رہے ہیں اور ظلم وسفا کی عروج پر ہے۔ مگر ان ظالموں وسفاکوں کا یہ عروج دائمی ولازوال نہیں، تاریخ شاہد ہے کہ جنہوں نے بھی عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑا اور ظلم وناانصافی کا راستہ اختیار کیا تو ہلاکت وبربادی اور زوال وبکھراو ان کا مقدر بن گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بجا فرمایا ہے کہ کوئی ملک کوئی اقتدار، کوئی حکومت اگر عدل وانصاف پر قائم ہے تو کفر وشرک کے باوجود وہ قائم رہ سکتی ہے، مگر کوئی مسلم حکومت واقتدار بھی اگر ظلم وناانصافی کے راستے پر گامزن ہو تو وہ باقی نہیں رہ سکتی، یعنی اقتدار وحکمرانی کے بقاء کا معیار کفر وایمان نہیں بلکہ عدل وظلم ہے، اگر عدل ہے تو بقاء ہے، اگر ظلم ہے تو زوال یقینی ہے۔ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ حکومت وقت کی سازشوں، سرگرمیوں اور دین میں مداخلت کی کوششوں کی پرامن مزاحمت کریں، اپنے شہری وتمام دستوری حقوق کی برقراری کی جدوجہد میں حصہ لیں اور پرامن طریقہ پر اس کے لئے جو بھی ممکن ہو کریں اور سب سے بڑی اور اہم بات یہ ہے کہ اپنی صفوں میں اتحاد اور اپنی زبان میں ہم آہنگی پیدا کریں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ مایوسی کا شکار نہ ہوں، اللہ پر بھروسہ رکھیں اور ہزار بادمخالف کے باوجود یہ امید رکھیں کہ اللہ کے نزدیک دیر ہے اندھیر نہیں، اللہ ہمارا ناصر ومددگار ہے، بشرطیکہ ہم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ”اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
رابطہ اور واٹس اپ نمبر Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔
Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ مزید مفید ودینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)